

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : ملت کی شیرازہ بندی
مصنف : محمد نصیر الدین
جملہ صفحات : 112
تاریخ اشاعت : جنوری 2011ء
تعداد : 1000
قیمت : Rs. 60/-

ناشر:

Haadi Publications

16-2-867/A/11, J.Y.J. Colony

Saeedabad, Hyderabad-500059

ملنے کا پتہ:

نیو کر ریسنٹ پبلشنگ کمپنی

2035 رگلی قاسم جان، بلیماران، دہلی-110006

فون: 011-65363445 , 09015603676

ملت کی شیرازہ بندی

بھارت کے تناظر میں

مصنف

محمد نصیر الدین

ہادی پبلی کیشنز، حیدرآباد

معذرت کے ساتھ برائے تصحیح

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۲۲	۱۲	آمَنُوا بِرَسُولِهِ	آمَنُوا بِرَسُولِهِ
۲۴	۱۷	کونیں	کونیں
۲۵	۸	کے نبی ہیں؟ آپ	کے نبی ہیں۔ آپ
۲۵	۱۴	اس سے	اسے
۲۶	۱۸	بھی نہیں دی گئی	نہیں دی گئی
۲۹	۶	وَلْيَأْجِرْ لَّا وَاجْعَلْ	وَلْيَأْجِرْ لَّا وَاجْعَلْ
۲۹	۱۶	فَاعْتَدُوا بِمِثْلِ	فَاعْتَدُوا بِمِثْلِ
۳۳	۱۱	تُوْمِنُونَ	تُوْمِنُونَ
۳۶	۹	يَأْتُمِرُونَ	يَأْتُمِرُونَ
۳۶	۱۸	تَفَرَّقُوا ص (آل عمران: ۱۰۳)	تَفَرَّقُوا ص (آل عمران: ۱۰۳)
۴۳	۶	اِقْتَدَهُ ط (الانعام: ۹۰)	اِقْتَدَهُ ط (الانعام: ۹۰)
۴۵	۶	پہلو	پہلا
۴۵	۸	إِلَّا اللَّهُ قَف (البقرة: ۸۳)	إِلَّا اللَّهُ قَف (البقرة: ۸۳)
۴۵	۱۳	عبادت کرنے	عبادت کرنا
۴۸	۱۹	اور بال	اور سر کے بال
۸۴	۱۸	(سورہ محمد: ۹۱)	(سورہ محمد: ۱۹)
۹۲	۱	رُسُلُنَا	رُسُلُنَا
۹۳	۱	راہ میں یہی	راہ میں اپنی جانوں سے اور مالوں سے یہی
۹۳	۳	يُحِبُّونَهُ لَا أَذِلَّةَ	يُحِبُّونَهُ لَا أَذِلَّةَ
۹۳	۷	ہونگے اللہ کی	ہونگے مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہونگے اللہ کی
۹۵	۲۱	ان پر زیادتی کرو	ان پر اُسی کے مثل زیادتی کرو جو تم پر کی ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

انتساب

ان مضطرب مسلمان مردوں اور عورتوں

کے نام

جو بھارت میں ملت کی حفاظت و اصلاح اور خلافت کے قیام کے لئے

اللہ کے فرمان اور محمدؐ کے طریقہ کے مطابق

ملت کی شیرازہ بندی

کرنا چاہتے ہیں۔

محمد نصیر الدین

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوان
۳	انتساب
۴	معذرت کے ساتھ برائے تصحیح
۵	فہرست
۹	پیش لفظ
۱۳	حالات حاضرہ اور ملت اسلامیہ ہند
۱۵	مساجد کے ذمہ داران کا حال
۱۷	علماء کا حال
۱۸	عوام کی حالت
۱۸	نوجوانوں کی حالت
۱۹	خواتین کی حالت
۲۱	حالات حاضرہ پر ملت کے عوام، علماء و دانشوروں کے خیالات اور تجاویز کا جائزہ
۲۱	عام مسلمانوں کے خیالات اور ان کا جائزہ
۲۳	دانشوروں کے خیالات
۲۴	علمائے کرام کے خیالات
۲۵	مصلحین ملت کے خیالات
۲۷	مصنفین کے خیالات
۲۸	نوجوانوں کے خیالات
۳۲	ملت اسلامیہ کا مقصد حیات

۳۶	نئی جماعت بنانا ملت کو کمزور کرنا ہے
۴۰	ملت اسلامیہ ہند کا تقابل بنی اسرائیل سے
۴۴	بنی اسرائیل کے لئے دیا گیا انفرادی منصوبہ اور مسلمان
۴۶	خاندان کا استحکام اور خدمتِ خلق
۵۱	ماں باپ سے سلوک
۵۲	رشتہ داروں سے سلوک
۵۴	خدمتِ خلق
۵۷	بنی اسرائیل کے لئے اجتماعی منصوبہ اور مسلمان
۵۸	غلبہ اسلام سے پہلے ملی اجتماعیت کی شرعی شکل
۶۱	نقیب کا انتخاب
۶۴	نقیب کی ذمہ داری
۶۷	نقیب کے نظام کا پہلا کام
۷۴	نقیب کے نظام کا دوسرا کام
۷۶	نقیب کے نظام کا تیسرا کام
۸۰	نقیب کے نظام کا چوتھا کام
۹۰	نقیب کے نظام کا پانچواں کام
۹۹	تحفظ ملت اور دفاعِ ملت کا خصوصی کام
۹۹	تحفظ ملت اور دفاعِ ملت کے دوسرے اہم کام
۱۰۴	نقیب کے نظام کا چھٹا کام
۱۰۸	متوقع نتائج
۱۱۰	نقیب کے نظام کو برپا کرنے کی عملی تدابیر

مغلوب ملت کے لئے نصرت الہی کی شرطیں

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَآئِيلَ ج وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا ط
وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ ط لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ
بِرُسُلِي وَعَزَرْتُمْ أَوْحِدَهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّا كُفْرًا عَنْكُمْ
سَيِّئَاتِكُمْ وَلَا دَخَلْتُمْ جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ
ذَلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ (المائدة ۱۲)

”اللہ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا اور ان میں بارہ نقیب (سردار) مقرر فرمائے تھے اور اللہ نے فرمایا تھا میں تمہارے ساتھ ہوں بشرطیکہ تم نماز قائم کرتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور میرے رسولوں پر ایمان لاتے رہو اور ان کی حمایت کرتے رہو اور اللہ کو اچھا قرض دیتے رہو تو میں تمہاری برائیاں تم سے دور کر دوں گا اور تم کو جنت میں داخل کر دوں گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ لیکن اس کے بعد تم میں سے جو کفر کرے گا تو اس نے سیدھی راہ گم کر دیا۔“

شیرازہ اسلام کا بکھرنا

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَتَنْقُضَنَّ عُرَى الْإِسْلَامِ عُرْوَةُ عُرْوَةً، فَكُلَّمَا انْقَضَتْ عُرْوَةٌ تَشَبَّهَتِ النَّاسُ بِالنِّسْيِ تَلِيهَا، فَأُولَئِئِنَّ نَقْضًا بِالْحُكْمِ وَآخِرُهُنَّ الصَّلَاةُ (ترغيب، بحوالہ صحیح ابن حبان)

”حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”(ایک وقت ایسا آئے گا کہ) اسلام کے شیرازے ایک ایک کر کے بکھرنا شروع ہوں گے۔ تو جب کوئی شیرازہ بکھرے گا تو بجائے اس کو جوڑنے کے بقیہ شیرازوں پر لوگ قناعت کر لیں گے۔ تو سب سے پہلے جو شیرازہ بکھرے گا حکومتِ عادلہ (خلافتِ راشدہ، حکومتِ الہیہ) کا شیرازہ ہوگا۔ اور آخری بکھرنے والا شیرازہ نماز ہوگی۔“

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

محمد ﷺ کی اُمت پر محض بے ضرر دعوت و تبلیغ کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ دنیا کی رہنمائی و امامت کا فریضہ بھی عائد ہے و کذلک جعلنا کم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس (البقرة ۱۴۳) دنیا بھر سے فتنہ و فساد ختم کر کے امن و سلامتی قائم کرنا اس پر فرض ہے و قاتلوہم حتی لاتکون فتنۃ و یکون الدین کلہ للہ (الانفال ۳۹) ہر قسم کی برائیوں کو مٹا کر نیکیوں کو پروان چڑھانا اس اُمت کی تشکیل کا اہم مقصد ہے کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر (آل عمران: ۱۱۰) ہر قسم کا ظلم و استیصال ختم کر کے عدل و انصاف قائم کرنا اس کی ڈیوٹی ہے لیسقوم الناس بالقسط (الحیدر: ۲۵) اور تمام ادیان باطل حکومتوں کو ہٹا کر اللہ کے دین کو غالب کرنا اس کی شریعت کو نافذ کرنا اس اُمت کا اہم مشن ہے (لیظہرہ علی الدین کلہ) (التوبہ: ۳۳) یہی کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں انجام دیا اور آپ کے بعد صحابہؓ نے انجام دیا۔ اس کام کا مختصر تعارف ”غلبہ اسلام“ اور ”خلافت“ کے عنوان سے بخوبی ادا ہو جاتا ہے۔ اب یہی کام مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔ اس کی خاطر ان کو جماعت بن کر رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اور ایسی کوئی جماعت بن جائے تو اس سے علیحدگی کو اسلام ہی سے نکل جانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کام کے لئے قائم ہونے والی جماعت کے سربراہ کو ”امیر سلطان امام خلیفہ“ کہا جاتا ہے۔ ایسی امارت کو قائم کرنا امت پر فرض ہے جیسا کہ فقہ میں درج ہے۔ کیوں کہ مسلمانوں کے خلیفہ یا امیر کے بغیر شریعت کے بہت سے احکام پر عمل ہی نہیں کیا جاسکتا۔ یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرامؓ نے حضورؐ کی وفات کے بعد سب سے پہلا کام حتیٰ کہ حضور ﷺ کی تجہیز و تکفین کے کام سے بھی پہلے خلیفہ کے انتخاب کا کام کیا۔

خلافت راشدہ کے دور کے بعد مرکز خلافت کے ادارے میں بگاڑ آ گیا لیکن معاشرہ اس وقت بھی اسلامی تھا اس وقت خلافت کے مرکز کی اصلاح کے لئے چند صحابہؓ اٹھے اور اپنی جانیں قربان کر دیں مگر جیتے جی خلافت کو بگڑنے نہ دیا۔ پھر خلافت میں ملوکیت آ گئی لیکن بحیثیت مجموعی دنیا پر

مسلمانوں کی سطوت چھائی رہی۔ یہاں تک کہ ۱۹۲۴ء میں اس رسمی خلافت کا خاتمہ ہو گیا اور اس کے بعد سے آج تک اُمت کا شیرازہ منتشر ہے۔ ۵۷ ملکوں کے مالک ہونے کے باوجود دنیا میں ذلیل و خوار ہیں۔ مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے عورتوں کی آبروریزی لٹ رہی ہیں۔ یتیم مسلمان بچوں کو عیسائی بنایا جا رہا ہے۔ قبلہ اول پر یہودی قابض ہیں اسلامی شعائر کی توہین کی جا رہی ہے شان رسالت مآبؐ میں گستاخیاں کی جا رہی ہیں علی الاعلان قرآن سوزی کے واقعات پیش آرہے ہیں۔ حجاب پہننے پر پابندی، مساجد کی تعمیر میں رکاوٹ نیز میناروں کی بلندی پر قدغن لگائے جا رہے ہیں۔ مسلم ملکوں سے نکلنے والے پٹرول پر غیر مسلم قابض ہیں۔ عرب ملکوں کی دولت کو یہودی ادارے استعمال کر رہے ہیں۔ موجودہ دور کے مسلمانوں کی حالت تاریک حیلوں کے دور والے مسلمانوں سے بھی بدتر ہو گئی ہے۔ یہ تمام حالات خلافت کے ٹوٹ جانے کا نتیجہ ہیں۔

ان حالات میں پھر سے غلبہ اسلام یا خلافت کے احیاء کے لئے کیا طریقہ کار ہو اس کی ترجیحات کیا ہوں یہ سوال نہایت اہم ہے۔ جب ہم اس کا جواب کتاب و سنت سے معلوم کرتے ہیں تو دعوت، استقامت، ہجرت، جہاد و قتال کے عنوانات ملتے ہیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دعوت اسلام کے ذریعہ کام کا آغاز فرمایا کیونکہ وہاں پر کوئی بھی اہل ایمان موجود نہیں تھا۔ ایمان لانے والوں کو تزکیہ و تربیت کے ذریعہ تیار کیا پھر ہجرت کے ذریعہ ایک مرکز پر جمع فرمایا اور مقامی لوگوں کی نصرت کے ذریعہ ایک چھوٹے سے علاقے میں اسلام کو غالب کر دیا اور پھر ان تربیت یافتہ مسلمانوں کو ساتھ لے کر دعوت و جہاد کے ذریعہ سارے عرب پر اسلام کو غالب کر دیا۔ آپ کے بعد صحابہؓ کے زمانے میں اسلام سارے عرب میں غالب تھا اور تمام لوگ عملی مسلمان تھے مسئلہ صرف خلیفہ الرسولؐ کے انتخاب کا تھا چنانچہ مدینہ کے اہل علم اصحاب نے تقویٰ، قربانی، اسلامیت اور قیادت کے اوصاف کی بنیاد پر خلیفہ کا انتخاب کر لیا اور خلافت قائم ہو گئی پھر عرب سے نکل کر ان صحابہؓ نے دعوت و جہاد اور قتال کے ذریعہ دنیا کے بڑے حصہ پر اسلام کو غالب کر دیا۔

خلافت کے ادارے میں ملوکیت کے داخل ہو جانے سے جو بگاڑ پیدا ہوا تھا وہ صرف حکمران طبقہ کی حد تک محدود تھا یا زیادہ سے زیادہ انتظامیہ میں سرایت کر گیا تھا مگر عوام عملی مسلمان تھے۔ ایسے میں پھر سے خلافت راشدہ علی منہاج النبوة کی بحالی کے لئے ”خروج“ یعنی ظالم بادشاہ کی

اطاعت سے نکل کر اس کی جگہ صالح قیادت کو لانے کی کوششیں کی گئیں۔

مگر ایسی کوئی مثال نہیں ملتی جو کہ بھارت کے مسلمانوں پر چسپاں ہوتی ہو۔ بھارت دارالاسلام رہا ہے یہاں مسلمانوں نے ہزار سالوں سے زائد حکمرانی کی ہے۔ تحریک خلافت میں انھوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا مگر خلافت کے خاتمے پر ایک لمبا عرصہ بیت جانے اور غیر اسلامی حکومت کے تابع زندگی گزارنے کی وجہ سے مسلمانوں کے ذہنوں سے یہ خیال بھی محو ہو گیا ہے کہ اُن پر احیائے خلافت و امارت کے لئے کوششیں کرنا لازمی ہے۔ مسلمانوں کے عقیدہ و عمل میں بگاڑ آ گیا ہے اور بغیر امیر کے زندگی گزارنے کو برا بھی نہیں سمجھتے۔ اس ملک میں اُن کی آبادی کروڑوں کی تعداد میں ہے مگر انھیں اپنی صحیح تعداد کا بھی علم نہیں ہے۔ ان کی جان و مال، عزت و آبرو پر مسلسل حملے ہوتے رہتے ہیں مگر یہ اپنی حفاظت پر بھی قادر نہیں ہیں۔ ریاست کشمیر میں نوے ہزار نو جوان مارے جا چکے ہیں، ہزاروں بہنوں کی آبرو لٹ چکی ہے۔ ہندو تو ان کی تجربہ گاہ ریاست گجرات میں منظم و منصوبہ بند طریقے سے مسلمانوں بالخصوص نو جوانوں کا قتل عام و پابند سلاسل کیا جانا، عورتوں کی عصمت دری، نسلی تطہیر و صفائے کے ساتھ ساتھ گھر، جائیداد و کاروبار کو ختم کرنا اب ایک عام بات بن چکی ہے۔ 400 سالہ قدیم آباد باری مسجد کو علی الاعلان شہید کر کے عملاً اسے بت خانے میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کے لئے حکومتی نوکریوں کے تمام دروازے بند ہیں۔ عدالتوں سے غیر شرعی فیصلے مسلط کئے جا رہے ہیں۔ ایک طرف اسلامی دہشت گردی کے نام پر ان پر ظلم و ستم کر کے انھیں احساس کمتری کا شکار بنایا جا رہا ہے تو دوسری طرف ”ہندو آئینک واڈ“ کے تئیں نرمی اور اغماض برتا جا رہا ہے۔ اس حال و ماحول والے ملک میں نہ تو بے زور دعوت کے ذریعہ اسلام غالب آ سکتا ہے نہ ہی چیدہ چیدہ مسلح جدوجہد کے ذریعہ اسلام کا نفاذ پورے ملک پر ممکن ہو سکے گا کہ عوام اسلام کے سانچے میں ڈھلنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔ اس کا اندازہ مسلم اکثریتی پڑوسی ممالک کے حالات سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے۔ اس پر مزید یہ کہ لوگوں نے قرآن و سنت والے دین اسلام کو تعبیرات کے اختلاف کے ذریعہ دعوتی اسلام، جہادی اسلام، سیاسی اسلام، ماڈریٹ اسلام وغیرہ میں تقسیم کر دیا ہے پھر جس گردہ کو جو تعبیر پسند آگئی اس پر چلنے لگا ہے جس سے مسلمانوں کی الجماعہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر کئی جماعتوں میں بٹ گئی ہے اب ہر جماعت کے پاس اسلام کے تقاضے الگ ہیں ہر جماعت کا طریقہ کار الگ ہے ہر جماعت کی پہچان جدا ہے بلکہ نوبت

یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ہر جماعت کی مسجدیں بھی الگ تعمیر ہونے لگی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون تو پھر آخر وہ کون سی ترجیحات ہیں جن پر عمل کرنے سے غلبہ اسلام کی منزل قریب آ سکے اور خلافت قائم ہو سکے؟ اسی سوال کا جواب اس کتاب میں دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

اگرچہ اسلام اور اجتماعیت کے موضوع پر نہایت اعلیٰ درجہ کی کتابیں معتبر علماء کی لکھی ہوئی موجود ہیں اور ان میں اسلامی اجتماعیت کی اہمیت ضرورت، تقاضے اور آداب وغیرہ تو بیان کئے گئے ہیں لیکن کسی بھی کتاب میں ملک اور مسلمانوں کے موجودہ ماحول میں اسلامی اجتماعیت کو برپا کرنے کا وہ بنیادی طریقہ نہیں بتایا گیا جس پر چل کر ملت خلافت کی منزل پر پہنچ سکے۔

یہ کتاب پوٹا کے ظالمانہ قانون کے تحت ایک فرضی جہادی کیس میں سابرمتی سنٹرل جیل احمد آباد کی ہائی سکیورٹی ریئر پارک میں قید کے دوران لکھی گئی ہے اور اس کا مقصد لکھنے والوں کی انجمن میں شامل ہونا نہیں بلکہ ملک کے موجودہ مسلم مخالف ماحول میں بگڑی ہوئی ملت کو اپنی حفاظت و اصلاح کے ساتھ اصل مقصد حیات کے حصول کے لئے بیدار کرنا ہے گویا مغلوب اُمت کو غلبہ اسلام کے کاز کے لئے تیار کرنا ہے۔ اس کتاب میں درج منصوبہ پر عمل کے نتیجہ میں انشاء اللہ:

- ☆ ملت بستنیوں کی سطح سے لے کر ریاست کی سطح تک پھر ملک گیر اساس پر متحد ہوگی۔
- ☆ پوری ملت کا ایک شرعی ذمہ دار مقرر ہوگا۔
- ☆ معاشرہ کی اصلاح ہوگی۔
- ☆ شرعی عدالتیں قائم ہوں گی۔
- ☆ ملت سے غربت و افلاس دور ہوگا۔
- ☆ ملت کی حفاظت ہوگی۔
- ☆ ملت اللہ کی نصرت کے لائق بنے گی۔
- ☆ ملت خلافت کی سمت آگے بڑھے گی..... انشاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ میرے فہم کی کوتاہیوں کو درگزر کر دے اور خلوص و لہیت سے کی جانے والی اس کوشش کو شرف قبولیت بخشے۔ آمین۔

حکومت کی رفاہی اسکیموں سے استفادہ کا موقع نہیں دیا جاتا۔ نتیجتاً اب یہ ملت ملک کی سب سے زیادہ پس ماندہ قوم بن چکی ہے جب کہ ان کے آباء و اجداد اس ملک کے حکمران رہ چکے ہیں اس محرومی اور آئے دن کے فسادات کے باوجود اپنے بل پر محنت و مزدوری کر کے روکھی سوکھی پر گزارہ کرنے والوں کو گجرات کے قتل عام نے جان، مال و آبرو کے ساتھ ان کے دین و ایمان کے لئے بھی خطرہ پیدا کر دیا ہے۔ اور علانیہ اس تجربہ کو دوسری ریاستوں میں بھی دوہرانے کا اعلان کیا جا رہا ہے۔

مگر اس سنگین صورتحال کے باوجود ملی جماعتیں ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی موزوں لائحہ عمل قرآن و سنت سے اخذ کر کے ملت کو بیدار کرنے کے لئے آگے نہیں آرہی ہیں اور نہ ملت کو اپنے دین و ایمان کے ساتھ جان و مال کی حفاظت کے لائق بنا رہی ہیں۔ بلکہ وہی پرانے روایتی قسم کے منصوبے جو ان جماعتوں کے بزرگوں کے بنائے ہوئے ہیں اسی پر عمل پیرا ہیں اور ان کے ذریعہ اپنے اپنے حلقوں کو مضبوط بنانے میں لگی ہوئی ہیں۔ ملت کو بچانے کی فکر اس کو مضبوط کرنے کی فکر کہیں نظر نہیں آرہی ہے۔ بلاشبہ ان جماعتوں کے مقاصد بھی اچھے ہیں مگر ان کے مقابلے میں پوری ملت کا مفاد زیادہ اہم ہے۔ بلکہ ملت کی حفاظت کے بعد ہی ان جماعتوں کے کام ممکن ہیں ورنہ مسلمان ہی مٹا دیئے جائیں تو پھر ان کے کام کا کیا حاصل؟

یہ ایک اہل حقیقت ہے کہ تحفظ ملت کا کام نہایت اہم اور اولیت والا کام ہے اس کے بعد ہی دین کی دعوت، تبلیغ اور اشاعت یا دین کی اقامت و غلبہ کا کام ممکن ہے۔ یہ بات قرآن مجید سے ثابت ہے کہ دین کا کام مسلمانوں کے ذریعہ ہی انجام پائے گا فرشتوں کے ذریعہ نہیں۔ البتہ فرشتے مسلمانوں کی مدد کریں گے جیسا کہ ارشاد ہے:

إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ (محمد ۷)

اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ (الصف ۱۴)

اے ایمان والو! اللہ کے مددگار بنو۔

هُوَ الَّذِي آيَدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ (الانفال ۶۲)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حالات حاضرہ اور ملت اسلامیہ ہند

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

اما بعد۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ط (الرعد ۱۱)

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا۔

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ لَمْ يَهْتَمَّ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ (موطاء)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مسلمانوں کے امور و معاملات کو سدھارنے کی فکر نہیں کرتا وہ

ان میں سے نہیں ہے۔

۹/۱۱، کے حادثے کے بعد سے پوری دنیا میں امت مسلمہ کے خلاف اور ہمارے ملک میں بابر مسجد کی شہادت کے حادثے کے بعد سے ملت اسلامیہ ہند کے لئے جو حالات پیدا کر دیئے گئے ہیں وہ نہایت تشویشناک ہیں اور جو رویہ عملاً برتا جا رہا ہے وہ ذلت آمیز ہے۔ عراق افغانستان اور فلسطین میں مسلمانوں کے قتل عام کے بعد گجرات میں ریاستی حکومت کی سرپرستی میں پرامن مسلمانوں کا قتل عام اور دوکانوں مکانوں کو لوٹ کر جلا دینا اس بات کا ثبوت ہے کہ دنیا بھر میں اور اس ملک میں مسلمانوں کی جان و مال اور آبرو کوئی چیز بھی محفوظ نہیں ہے۔ لہذا مسلمانوں کو فوری طور پر دوسرے تمام کاموں سے پہلے ترجیحی طور پر ان چیزوں کی حفاظت کے لئے اپنے طور پر قابل عمل لائحہ عمل تیار کر کے اختیار کر لینا چاہیئے۔ ورنہ اسی طرح غفلت میں پڑے رہنے سے امکان ہے کہ آنے والی نسلیں اسلام پر باقی نہ رہ سکیں۔ (نعوذ باللہ)

ہندوستان میں آزادی کے بعد سے ایک منظم منصوبے کے تحت مسلمانوں کو سیاسی معاشی، تعلیمی طور پر کمزور کر کے پیچھے ڈھکیل دیا گیا ہے۔ حکومت کے کسی بھی محکمہ میں مسلمانوں کو نوکری نہیں دی جاتی

وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہاری مدد کی اپنی نصرت سے اور مومنوں کے ذریعہ سے۔

انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (التوبہ ۳۸)

تم سب اللہ کی راہ میں نکلو۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مدینہ کی زندگی کا ابتدائی ۶ سالہ دور ملت کی حفاظت و تربیت پر لگا دیا تھا۔ مگر حیرت کی بات ہے ملک میں مسلمان لٹ رہے ہیں کٹ رہے ہیں اور اب دین سے پھیرے جانے کے خطرے میں ہیں مگر ہماری جماعتوں کو ان کی حفاظت کی فکر نہیں ہے۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”جو شخص مسلمانوں کے معاملے میں کوشش نہیں کرتا وہ ان میں شامل نہیں ہے۔“

ملت کی جماعتوں، پارٹیوں، اداروں اور انجمنوں کی کارکردگی اور عوام و خواص کی دین و اخلاقی حالت کا ایک سرسری جائزہ سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ کسی کے پاس بھی ملت کی حفاظت و صیانت کا منصوبہ نہیں ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر جماعت اور ہر گروہ نے ملت میں اپنا اپنا ایک دائرہ اور اپنی الگ پہچان بنالی ہے اور نوبت یہاں تک آگئی ہے کہ اب ہر ایک کی مسجدیں بھی الگ بننے لگی ہیں۔ یہ طرز عمل ملت کو اندر سے کمزور کر رہا ہے جبکہ باہر سے دشمن وار کر رہا ہے۔ ع

وائے ناکامی متائے کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

مساجد کے ذمہ داران کا حال

ملت کے مختلف اداروں میں سے مسجد ایک اہم ادارہ ہے جو اسلام کا مرکز بھی ہے اور مسلمانوں کا مرکز بھی۔ اس ادارے کی صورت حال سے ملت کی صورت حال کا اندازہ ہو جاتا ہے اس لئے مساجد کمیٹیوں کے صدور، امام، موزن صاحبان کے حالات کا سرسری جائزہ پیش ہے۔

مساجد کمیٹیوں کے صدور سیکرٹری عام طور پر بستی کے متمول شخصیتوں کو بنایا جاتا ہے اور بعض اوقات وہ خود ہی بن جاتے ہیں۔ ان میں تقویٰ، دینداری، نماز کی پابندیوں کے بجائے دولت اور سماجی حیثیت دیکھی جاتی ہے اکثر بے نمازی ہوتے ہیں یا صرف جمعہ کی نماز کے پابند، پوری کمیٹی کی

ساری دوڑ دھوپ صرف مسجد کی ضروریات کا انتظام کرنا ہوتا ہے۔ یعنی امام و موزن کی تنخواہ، الیکٹرک، پانی کے بل کی ادائیگی مسجد کی تعمیر و ترمیم وغیرہ۔ اس سے آگے مصلیوں کی اصلاح، بستی کی اصلاح آپسی تنازعات کی شریعت کی روشنی میں یکسوئی، بستی کے محتاجوں مسکینوں کی امداد اور بستی کے مسلمانوں کی حفاظت وغیرہ کی فکر دیکھنے میں نہیں آتی۔ حالاں کہ بستی کا اصل مرکز مسجد ہوتا ہے اور اس کی انتظامیہ آسانی سے بستی کے تمام مسلمانوں کی قیادت کر سکتی ہے۔

عام طور پر مساجد کے امام و خطیب بستی کے افراد نہیں ہوا کرتے باہر سے لائے جاتے ہیں بعض دفعہ دوسری بستی سے اور اکثر دوسری ریاست سے۔ امامت پیشہ بن گیا ہے اور بہار اتر پردیش وغیرہ ریاستوں کے بے روزگار ہزاروں نوجوان ناظرہ قرآن اور اردو پڑھنا سیکھ کر کچھ خطابت کی مشق فراہم کر کے پورے ملک میں امامت کے لئے پھیل گئے ہیں۔ ان میں اکثریت غیر عالم ہوتی ہے۔ مگر اپنے آپ کو کسی نہ کسی بڑے مدرسے کا فارغ یا وہاں کا پڑھا ہوا بتاتی ہے۔ محض ان کے لُحْن اور خطابت کی گرمی سے متاثر ہو کر ان کو رکھ لیا جاتا ہے ان کے اخلاص اور تقویٰ کا کسی کو تجربہ ہی نہیں ہوتا ہے۔ ان میں سے بعض شادی شدہ ہوتے ہیں جن کی ازواج انکے دیس میں رہتی ہیں۔ اور بعض غیر شادی شدہ، ان حضرات میں ملت کی اصلاح کا جذبہ اور اسلام کی دعوت کی تڑپ اور دین کے غلبے کی خواہش بالکل نہیں ہوتی۔ بس تنخواہ سے مطلب ہوتا ہے۔ ایسے امام ملت کے لئے بہت بڑا مسئلہ ہیں ان کی قیادت کے بجائے خادمانہ ذہنیت اور اخلاقی بگاڑ کی وجہ سے بہت سی برائیاں معاشرے میں پھیل رہی ہیں۔

موزن عام طور پر کسی کام کے لائق نہ ہو سکے والے فرد کو بنایا جاتا ہے اور اکثر بے حیثیت انسان ہوتا ہے ہر ایک کی ڈانٹ ڈپٹ اس کا مقدر ہوتا ہے اکثر خادم بھی وہی ہوتا ہے مسجد کی صفائی ستھرائی حتیٰ کہ طہارت خانوں کی صفائی بھی اس کے ذمہ ہوتی ہے۔ اس کو معمولی تنخواہ دی جاتی ہے جس سے اس کا اور اس کے بال بچوں کا گذارہ مشکل ہوتا ہے۔

دین کے اس مرکز اور اس کے ذمہ داروں کے بگاڑ نے پورے ماحول کو بگاڑ دیا ہے۔

علماء کا حال

ہر بڑے شہر میں مختلف مسالک کے علماء موجود ہیں۔ عوام میں علماء کا بڑا مقام و مرتبہ ہے۔ بڑے سے بڑا لیڈر یا دانشور کوئی حکم دے تو لوگ توجہ تک نہیں دیتے مگر علماء کوئی بات کہیں تو عوام اسے مان لیتے ہیں۔ اکثر علماء مساجد کے خطیب بھی ہیں اور کسی نہ کسی مدرسہ سے متعلق بھی ہیں اور بعض اپنے مکاتب بھی چلایا کرتے ہیں۔ اکثر علماء دین سے زیادہ اپنے مسلک کو اہمیت دیتے ہیں۔ عوام کی اخلاقی دینی اور سماجی حالات کو بدلنے کی فکر کے بجائے ان کو اپنے پیچھے چلانے کی فکر زیادہ ہوتی ہے۔ ان میں دنیا کی محبت گھس کر آگئی ہے۔ حق بولنے سے اگر نقصان ہوتا ہے تو تیار نہیں ہوتے۔ ان میں عافیت پسندی آگئی ہے۔ مدرسوں کے لئے چندہ لانے باہر جانے کی عادت لگ گئی ہے۔ کیوں کہ مدرسہ والے اس پر ان کو کمیشن دیتے ہیں اور مفت میں عمرہ کی سعادت بھی مل جاتی ہے۔ مختلف مسلکوں اور جماعتوں کو چاہنے والے مختلف مدرسوں کے فارغ علماء ایک شہر میں رہتے ہوئے بھی کبھی ایک دوسرے سے دوستانہ ملاقات نہیں کرتے اور انہیں ملت کے مسائل پر غور و فکر کے لئے جمع ہوتے۔ بلکہ اگر کسی جلسے میں بلایا جائے تو پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ وہاں جلسے میں اور کون سا عالم آ رہا ہے؟ اگر ان کے مسلک یا مدرسہ کا نہیں ہوتا تو وہاں تقریر کے لئے جانا بھی پسند نہیں کرتے۔ جبکہ سیاسی پارٹیوں کے لیڈر جو ایک دوسرے کے خلاف ہوتے ہیں کم از کم ۲۶ جنوری اور ۱۵ اگست کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوتے ہیں آپس میں بات چیت کرتے ہیں۔ پچھلے چند برسوں سے ہر بڑے شہر کی اہم مساجد میں کچھ بہروپئے قسم کے لوگ علامہ کے لقب سے ملقب ہو کر کہیں سے آ کر براجمان ہو گئے ہیں اور بدعات و خرافات کو خوب ہوا دے رہے ہیں۔ جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت اور اہل حدیثوں کے خلاف علانیہ محاذ کھولے ہوئے ہیں۔ عوام میں مسلک کا تعصب گھول رہے ہیں۔ جاہل، پہلوان قسم کے مسلمان ان کی حمایت کرتے ہیں اور پولیس کی حمایت بھی ان کو حاصل ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک سازش کے ذریعہ ایسے افراد کو کھڑا کیا جا رہا ہے۔ نگاہیں ترس رہی ہیں ایسے اماموں کو دیکھنے کے لئے جو ملت کو جوڑنے اور اس کے لئے تڑپنے والے ہوں، جنہیں دیکھ کر خدا یاد آ جائے۔

عوام کی حالت

عوام الناس میں دین پر عمل کرنے کا جذبہ کم ہے صرف جمعہ و عیدین کی نمازیں اور رمضان کے روزوں کے پابند ہیں۔ صرف ۲۰ فیصد مسلمان پنجوقتہ نماز کے پابند ہیں۔ خواندگی کی کمی، دینی شعور کی کمی، سادگی، صحت و صفائی اور صحیح سیاسی شعور کی کمی۔ شرکیہ اعمال، بدعات، خرافات، فضول رسم و رواجوں کی کثرت ہے۔ شادی بیاہ پیدائش و موت کے مواقع پر فضول رسمیں دکھلاوے اور ناک اونچی رکھنے کے اعمال نے ان کی معیشت کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ ایک دوسرے سے حسد بغض اور نفرت کی وجہ سے لڑائی جھگڑے اور پولیس اسٹیشن کی حاضری مقدمہ بازی میں مبتلا ہیں۔ اپنی مادری زبان اردو سے دور ہو گئے ہیں۔ اور مقامی زبانوں میں ابتدائی تعلیم کی وجہ سے اپنی تہذیب و تمدن سے اپنی تاریخ و اسلاف کے کارناموں سے غافل ہو گئے ہیں۔ جس سے ان کے عزائم ٹھنڈے، حوصلے پست ہو کر رہ گئے ہیں۔ حالات کو بدلنے کا کوئی خیال نہیں ہے اور نہ ملکی اور بین الاقوامی حالات کے اتار چڑھاؤ سے واقف ہیں۔ مقصد زندگی متعین نہیں ہے۔

ملک کی سب سے بڑی اقلیت میں ہونے کے باوجود کوئی وزن نہیں ہے۔ اپنے حقوق کے حصول کے لئے اپنے اوپر ہونے والے مظالم کے ازالے کے لئے خود سے کسی قسم کی جدوجہد کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مختلف جماعتوں کا مختلف انداز سے کام کرنا اور مخلص و بیدار قیادت کی عدم موجودگی سے یہ حیران و پریشان ہیں۔ اکثر یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی جماعتیں ایک کیوں نہیں ہو جاتیں؟ آخر ہم کس کی بات کو صحیح سمجھیں ہر جماعت اپنے کام کو ہی صحیح اور وقت کا تقاضہ کہتی ہے۔ ہم کدھر جائیں؟ اگر عوام کی بروقت اور صحیح رہنمائی کے لئے باعمل اور مخلص اور بے باک قیادت سامنے آجائے تو عوام میں مثبت تبدیلی آسکتی ہے۔

نوجوانوں کی حالت

ملت کا اصل سرمایہ نوجوان نسل ہے۔ مگر آج کے نوجوانوں کی بڑی اکثریت ایسی ہے جن کو اپنا دین نہیں معلوم۔ اپنی تاریخ نہیں معلوم اپنی تہذیب نہیں معلوم اپنی مادری زبان اردو میں لکھنا

پڑھنا نہیں معلوم بچپن میں والدین نے دیکھا دیکھی انگریزی میڈیم اسکولوں میں شریک کروا دیا تھا حالانکہ ماں باپ انگریزی بالکل نہیں جانتے تھے بڑی مشکلوں سے میٹرک تک رٹا کر بڑی عمر میں پہنچتے ہیں۔

راتوں میں دیر تک جاگنا صبح دیر تک سونا، سگریٹ، پان لکھ، چائے کی مستقل عادت ہے۔ فلم بینی، کرکٹ، گانے بجانے سے بڑی دلچسپی ہے۔ مالدار مسلمانوں کے نوجوان اس سے زیادہ بری عادتوں میں مبتلا ہیں وہ نائٹ کلبوں میں ڈانس کے پروگراموں کے متوالے، نشا آور ڈرگس کی لت میں ڈوبے موج مستی کے کاموں میں مگن ماں باپ کی دولت بے دریغ لٹاتے ہیں۔ نقلی تعلیمی ڈگریاں رکھتے، نئے نئے ماڈل کی گاڑیاں رکھتے فلمی اداکاروں کی وضع قطع اختیار کئے ہوئے بے فکر زندگی گزار رہے ہیں۔ جب کہ غریب خاندانوں کے نوجوان دو وقت کی روٹی کے لئے صبح سے شام تک اپنا خون پسینہ جلانے پر مجبور ہیں۔

ان نوجوانوں کو دیکھ کر کوئی یقین نہیں کر سکتا کہ اسی ملت کے ۱۷ سالہ نوجوان محمد بن قاسم نے ہندوستان کو بڑور شمشیر فتح کیا ہوگا۔

خواتین کی حالت

مسلم خواتین کی اکثریت ناخواندہ ہے۔ دین سے دور اور فضول رسوم و رواجوں کی پابند ہیں۔ خواتین ہی کی وجہ سے مسلمانوں میں تو ہم پرستی، بدعات کا رواج اور فضول خرچی کی عادت ہے نئی نسل تعلیم کی طرف راغب ہے بلکہ لڑکوں سے آگے نکل رہی ہے۔ جس کی وجہ سے ان میں احساس برتری پیدا ہو رہا ہے جس کے نتیجے میں ان کی شادیاں مشکل مسئلہ بنی ہوئی ہیں اور ان میں نوکری کرنے کا رجحان عام ہو گیا ہے۔ ان کا معاش کے لئے باہر نکلتا خاندان کے لئے معاشی سہارا بنا ہے تو ساتھ ہی ساتھ معاشرے کے لئے پیچیدہ مسائل بھی لا رہا ہے۔ عورتوں میں ٹی وی کلچر کی وجہ سے فیشن پرستی، بناؤ سنگار کی عادت، بے پردگی عام ہو رہی ہے۔ جس کی وجہ سے سسرال میں نباہ نہ ہونے کی شکایت عام ہے۔ اور طلاق و خلع کی کثرت ہو رہی ہے۔ یا پھر مقدمہ بازی۔

مسلم لڑکیاں غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ کورٹ میارج کر کے اللہ کے غضب کو دعوت دے رہی ہیں۔ اس میں جہاں ماحول کی برائیوں کا دخل ہے وہیں شادی بیاہ میں جہیز و جوڑے کی لعنت کا بھی دخل ہے۔ اس لعنت کی وجہ سے اب معاشرے میں لڑکی کی پیدائش کو بوجھ سمجھا جا رہا ہے۔ الغرض آج کی لڑکیاں کل کی مائیں معاشرے میں سنگین مسائل سے دوچار ہیں۔

دین دار مسلم خواتین میں بڑی تیزی سے بیداری آرہی ہے۔ اور وہ ملت کی بے سمتی اور قیادت کے فقدان کو ختم کرنا چاہتی ہیں۔ نیز وہ مسجدوں میں نماز کے لئے آنے کی خواہش بھی رکھتی ہیں۔ یہ مختصر حالات ہیں ملت کے عوام اور خواص کے جو زیادہ تحقیق کے بغیر بھی آسانی سے نظر آ جاتے ہیں۔ ایسی اندرونی حالات والی ملت کو اگر کوئی باہر سے مٹانے کا منصوبہ نہ بھی بنائے تب بھی چند نسلوں کے بعد اس کا نام نشان باقی رہنا مشکل ہے۔ بقول علامہ اقبال:

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندی مسلمانو!

تمہاری داستاں تک نہ ہوگی داستاںوں میں

اوپر کے جائزے سے معلوم ہو گیا کہ اس وقت ہماری ملت کہاں کھڑی ہے۔ جب کہ ملت کے باہر سے بھی خطرہ دن بدن بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ ملک بھر میں علانیہ قتل کرنے آگ لگانے کی تربیت دی جا رہی ہے۔ کوئی بستی ایسی نہیں ہے جہاں مسلمانوں سے نفرت کرنے اور ان کو قبرستان یا پاکستان پہچانے کے لئے لوگ تیار نہ بیٹھے ہوں۔ بستی بستی ہتھیار تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ فساد کی کاموں کے لئے باضابطہ ہندو تنظیمیں وجود میں آگئی ہیں۔ جن کو سنگھ پر یوار اور بی جے پی کی تائید حاصل ہے۔ ان تنظیموں کا مقصد صرف اور صرف مسلمانوں کو نقصان پہنچانا ہے۔ (آج کل عیسائیوں کے خلاف بھی کام کر رہے ہیں) ان پر حکومت پابندی نہیں لگا رہی ہے۔ نہ ان کو گرفتار کر رہی ہے۔ بلکہ پولیس کے محکموں میں ان کے لئے ہر جگہ نرم گوشہ موجود ہے۔ سیدھے سادے بلکہ غافل مسلمانوں کو مشتعل کرنے کے لئے مختلف حرکتیں کرتے ہیں۔ اور پھر معمولی معمولی باتوں کو بہانہ بنا کر خون اور آگ کا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ معصوم بچوں اور عورتوں کو بھی نہیں چھوڑا جا رہا ہے۔ مسجدوں اور قرآن کے نسخوں کو برباد کیا جا رہا ہے۔ دیہاتوں میں تو اور بھی برا حال ہے۔ مسلمانوں کو زبردستی پوجا پاٹھ میں شامل کیا جا رہا ہے۔

جائزہ

حالات اتنے سنگین ہو گئے ہیں کہ عقل دنگ ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ کون سا کام اور کہاں سے ابتداء کی جائے؟ کیوں کہ زندگی کے تمام ہی شعبے بگاڑ کا شکار ہیں۔ ایک پر توجہ دیتے ہیں تو دوسرے کئی باقی رہ جاتے ہیں۔ تمام شعبوں پر توجہ دینے کی ملت میں صلاحیت اور سکت نہیں ہے۔ نیز تمام جماعتوں میں مل کر ملت کے کاموں میں سے ایک ایک شعبہ لیکر کام کرنے کا رجحان نہیں ہے۔ تمام جماعتوں کا مرکزی پلیٹ فارم مسلم پرسنل لا بورڈ ملت کے تمام مسائل یا اہم مسائل کو ہاتھ میں لیتا ہوا نظر نہیں آ رہا ہے۔ اور سب سے بڑی بد نصیبی یہ ہے کہ ملت میں کوئی کام شروع کرنے پر عوام کا تعاون نصیب نہیں

دانشوروں کے خیالات

ملت کے بعض دانشوروں کا کہنا ہے کہ ہماری تمام محرومیوں کا علاج تعلیم میں ہے۔ علم سے اخلاق اور صلاحیتوں میں اضافہ ہوتا ہے جس کے ذریعہ ترقی حاصل ہوتی ہے۔ ہمارا دین علم کا دین ہے اس کی پہلی وحی میں علم و قلم کا بیان ہے۔

ان حضرات کی بات آدھا سچ ہے۔ اسلام علم کا دین ہے تو ہمت کا نہیں ہے۔ اس کی تمام باتیں عقل کی کسوٹی پر پوری اترتی ہیں۔ اور قرآن مجید علم کی بلند ترین کتاب ہے۔ یہ تمام باتیں درست ہیں۔ اور اس کی کوشش ہمیں پھر سے شروع کرنی چاہیے کہ ملت میں علم کی روشنی پھیلے اور جہالت کا خاتمہ ہو جائے۔ مگر یہ بات دلیل کی محتاج ہے کہ ہماری محرومیوں کا علاج بھی تعلیم ہی ہے۔ تاریخ دوسری ہی بات بتاتی ہے۔

مسلمانوں کے عروج کے زمانے میں بغداد علم و فن کا مرکز تھا۔ ساری دنیا کے ہر قسم کے ماہرین وہاں جمع رہتے تھے۔ تحقیق و جستجو کے ذریعے نئے نئے اکتشافات ہو رہے تھے۔ اس وقت بغداد کے اندر پانچ پانچ منزلہ مکانات تھے جب کہ انگلستان میں کچے مکان تھے۔ بغداد کی سڑکیں کشادہ تھیں جن پر دو روہ چار چار گھوڑا گاڑیاں دوڑ سکتی تھیں۔ جب کہ انگلستان میں کچھڑ سے لبریز گندے راستے ہوا کرتے تھے مسلمانوں کی مضبوط سیاسی حکومت موجود تھی۔ مگر اس تعلیم و ترقی کے دور میں منگولوں نے بغداد پر حملہ کیا اور لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام کر ڈالا بغداد کو پوری طرح لوٹ کر جلا ڈالا۔ اس وقت یہ تعلیم یافتہ تہذیب یافتہ مسلمان ان جاہل اجڈ منگولوں کے مقابلے میں ٹھہر نہیں سکے نہ اپنی عورتوں کی عزت بچا سکے۔ اور نہ اپنی جان بچا سکے۔ ہزاروں ہزار انہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں قتل ہو گئے۔ یہ تاریخ کا دردناک باب ہے۔

جائزہ

اس سے معلوم ہوتا ہے علم تو ضروری ہے اور وہ ترقی کا ذریعہ بھی ہے مگر ملت کی آبرو کی حفاظت ملت کی ایمانی طاقت سے جڑی ہوئی ہے۔ جیسا کہ صحابہ کرام کی جماعت کی اکثریت خواندہ بھی نہیں تھی مگر انہوں نے اعلیٰ تعلیم یافتہ روم و ایران کے چھکے بچے چھڑا دیئے تھے۔

علماء کرام کے خیالات

ملت کے علماء کرام ان حالات میں ملت کو یکطرفہ صبر اور اعراض کی روش اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اور اسی میں کامیابی کی بشارت دیتے ہیں۔ اسی کو قرآن کا حکم اور نبیؐ کی سنت بتاتے ہیں۔ حتیٰ کہ یہ حضرات بابر کی شہادت، قرآن سوزی، شان رسالت میں گستاخی اور بے قصور مسلمانوں کے قتل عام پر بھی غفو و درگزر کرنے کو ہی دین کا تقاضہ اور ملت کا مفاد قرار دیتے ہیں۔ ان حضرات کی دلیل میں اہم ترین دلیل صلح حدیبیہ اور فتح مکہ پر عام معافی کے واقعات ہیں اور قرآن کی صبر و اعراض کی آیات کثیر ہیں۔

جائزہ

صلح حدیبیہ محض صبر اعراض کے نتیجے میں حاصل ہوئی سمجھنا ایک بہت بڑا مغالطہ ہے۔ جب کہ درحقیقت یہ صلح شجاعت و سرفروشی سے اور اپنا دینی حق منوانے، ظالموں سرکشوں سے لڑنے مرنے پیچھے نہ مڑنے، سر سے کفن باندھ لینے اور جہاد کے لئے رسولؐ سے بیعت کرنے کے نتیجے میں ہوئی ہے۔ اس حقیقت کا واضح ثبوت مکمل سورہ الفتح ہے جو اس صلح کے فوراً بعد نازل ہوئی ہے۔ خاص کر اس سورہ کی یہ آیت منہ بولتا ثبوت ہے:-

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (الفتح ۱۸)

بے شک اللہ ان مومنوں سے خوش ہو گیا جنہوں نے تم سے درخت کے نیچے بیعت کی ہے۔

جب اللہ کے رسولؐ کو کفار قریش نے مکہ میں عمرہ ادا کرنے سے روک دیا اور آپؐ مجبوراً حدیبیہ کے کنوئیں کے پاس ٹھہر گئے اور اپنی طرف سے حضرت عثمانؓ کو سفیر بنا کر قریش کے سرداروں کے پاس یہ بتانے کے لئے بھیجا کہ ہم صرف عمرہ کرنے آئے ہیں اس کے بعد واپس چلے جائینگے اور ہم ہتھیار بھی نہیں لائے ہیں صرف ایک ایک تلوار ساتھ ہے۔ جو ہر مسافر رکھتا ہے بلکہ قربانی کے اونٹ ساتھ لائے ہیں لہذا ہم کو مکہ میں داخل ہونے اور اللہ کے گھر کا طواف کرنے دو۔ مگر قریش نے حضرت عثمانؓ کو روک لیا

اور ان حالات میں یہ روک لینا خطرناک بات تھی اس لئے یہاں قافلے میں مشہور ہو گیا کہ حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے۔ اس خبر سے مسلمان مشتعل ہو گئے اور حضور ﷺ نے اس نازک موقع پر جب کہ مسلمان اپنے مرکز سے دور اور نہتے تھے دشمن کے گڑھ میں جہاں اسے پوری فوجی طاقت اور مددگار قبیلے ساتھ دینے تیار تھے، حضرت عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے جنگ کرنے تیار ہو گئے۔ اور صحابہ سے اس جنگ کے لئے آپ ﷺ نے خاص بیعت لی۔ اس سرفروشانہ جذبہ جہاد سے قریش کی ہمت ٹوٹ گئی اور خود ہی صلح کی درخواست دے کر اپنے سفیر کو بھیجا اور حضرت عثمان کو رہا کر دیا۔

اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے ملاحظہ فرمایا تو نبیؐ کو وحی کے ذریعہ منع نہیں کر دیا کہ اے نبیؐ آپ رحمت کے نبی ہیں؟ آپؐ کیوں جنگ کی بیعت لے رہے ہیں جب کہ آپؐ نے عثمانؓ کی شہادت یا حیات کی تحقیق بھی نہیں کی ہے تو یہ سب محض اندازوں کی بنیاد پر کیوں کر رہے ہیں؟ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس بیعت سے راضی ہو جانے کی بشارت وحی کے ذریعہ نازل فرما کر یہ پیغام دے دیا کہ اپنے جائز دینی حق کے لئے اور اللہ کے رسولؐ کے سفیر کے خون کا انتقام لینے کے لئے ۱۴ صحابہ کو خطرے میں ڈالا جاسکتا ہے۔ یہ سوچ اور یہ طرز عمل اللہ کو پسند ہے۔

مگر افسوس کہ ہمارے دور کے کمزور دل علماء اس سرفروشانہ عمل کو صابرانہ عاجزانہ عمل سمجھ رہے ہیں۔ اور اسے غلط رہنمائی کے لئے دلیل بنا رہے ہیں۔ محض اس وجہ سے کہ معاہدے کی تحریر کے وقت چند الفاظ کے لکھنے نہ لکھنے کی تکرار میں حضورؐ نے قریش کے نمائندے کی بات مان لی تھی۔

مصلحین ملت کے خیالات

ملت کے بعض مخلص دیندار حضرات ان حالات میں ”دعوت کے کام پر لگ جانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ اور اسی کام کے نتیجے میں ملت کی حفاظت کی گیارہٹی دیتے ہیں۔ ان حضرات کی دلیل یہ آیت قرآنی ہے:-

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ

رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط (المائدہ: ۶۷)

”اے پیغمبر جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچا دو اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو پیغمبری کا حق ادا نہیں کیا۔ اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچائے گا۔“

اس کی بنیاد پر کہتے ہیں کہ دعوت کا کام انجام دینے پر اللہ نے پیغمبر کو لوگوں کے شر سے بچانے کا وعدہ فرمایا ہے تو آپ کی پیروی میں یہ کام کرنے والوں کی بھی اسی طرح حفاظت فرمائے گا۔ نیز یہ سب سے اعلیٰ کام ہے اس سے بلند دوسرا کوئی کام نہیں ہے۔ تمام پیغمبروں نے یہ کام کیا اور اللہ نے سب کو بچا لیا اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کر دیا۔ نیز یہ حضرات یہ بھی دلیل لاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دین کی مدد کرنے والوں کی مدد کرنے کا پختہ وعدہ قرآن مجید میں کیا ہے۔

إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ (محمد: ۷)

اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا۔

جائزہ

یہ حضرات معصوم غلط فہمی کا شکار ہیں۔ یہ بھول گئے کہ دعوت کا کام کرنے کی وجہ سے حضورؐ کو ۱۹ برس تک کتنا ستایا گیا ہے۔ جب کہ کارِ نبوت انجام دینے سے پہلے آپؐ پوری بستی کے لوگوں کی آنکھوں کا تارہ تھے، لوگ صادق اور امین کے لقب سے پکارتے تھے ہر اہم معاملے میں حضور کے مشورے پر عمل کیا کرتے تھے۔ مگر جیسے ہی آپؐ نے اسلام کی دعوت کا کام شروع کیا اسی بستی کے لوگوں نے آپؐ کو ستانا شروع کر دیا صادق اور امین کو شاعر و مجنوں کہنے لگے۔ کو سننے لگے، گالیاں دینے لگے، راستے میں کانٹے بچھانے لگے سلام کلام لین دین بند کر کے معاشرتی بائیکاٹ کرنے لگے۔ بلکہ قتل کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ آپؐ کو جتنا اللہ کی راہ میں ستایا گیا اور جتنی تکلیفیں دی گئیں اتنی تکلیفیں کسی دوسرے پیغمبر کو نہیں دی گئیں۔ بلکہ آپؐ کے ساتھ آپؐ کے صحابہ کو بھی بے انتہا تعذیب کا نشانہ بنایا گیا یہاں تک کہ ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اس طرح کے حالات میں دو برس نہیں جملہ ۱۹ سال گذر گئے تب سورہ المائدہ کی یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت کا مطلب مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ آیت صرف حضورؐ کے لئے خاص ہے تمام

آیا ہم کی دور میں ہیں یا مدنی دور میں؟ پھر یہ حضرات اس کی تاویل بہر حال مکی دور کے مماثل کر لیتے ہیں اور موجودہ مصائب و مشکلات میں صبر و استقامت کے ساتھ اسلام پر عمل کرتے ہوئے حسبِ مقدور دعوت کا کام کرتے رہنے کی تجویز دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے کوئی سبیل ہماری عافیت کے لئے پیدا کر دے۔

جائزہ

ہمارے اس دور کو مکی دور قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ مکہ میں مسلمان صرف مٹھی بھر تھے اور دین مکمل نہیں ہوا تھا اس لئے وہاں صبر اور دعوت کے ساتھ دعا کا حکم تھا۔ جب کہ یہاں ہم کروڑوں کی بھاری تعداد میں موجود ہیں۔ اور دین مکمل ہو چکا ہے ایسے میں اس دور کو مثال بنانے کی بات کہنا جس میں دین مکمل نہیں ہوا تھا صحیح نہیں ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے قرآن مجید کی موجودہ ترتیب کو بدل کر نزولی ترتیب کے مطابق لکھ کر شائع کرنے کی بات کہنا۔

اسی طرح ہمارے دور کو مدنی دور کے مشابہ بھی نہیں کہا جاسکتا کیوں کی مدینہ میں اسلام کی حکومت قائم ہو چکی تھی اور حضور اُس کی سربراہی فرما رہے تھے نیز اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں سے جہاد و قتال جاری تھا۔ جب کہ ہم یہاں ہندوستان میں ایک غیر اسلامی (سیکیولر) حکومت میں زندگی گزار رہے ہیں اور ہمارا کوئی امیر یا خلیفہ نہیں ہے۔ اور نہ یہاں اللہ کی پوری شریعت نافذ ہے۔

نوجوانوں کے خیالات

ہمیت ملی سے سرشار، پر جوش، باعمل مسلم نوجوان جو ملت کی تمام ہی جماعتوں سے متعلق ہیں مگر ان جماعتوں کی ایسے نازک موقع پر خاموشی سے بے زار ہیں یہ چاہتے ہیں کہ ایک جہادی تنظیم بنائی جائے جو حضرت ابوبصیرؓ اور ابوجندلؓ کے دستہ کی طرح ہو اور نسل سائٹ کی طرح جنگل میں روپوش رہتے ہوئے مسلمانوں پر ظلم ڈھانے والوں کی ہتھیوں میں انہی کی طرح کا بدلہ لینے کا کام کرتی رہے۔ مسلم جماعتیں ان کی ہر طرح مدد کرتی رہیں۔ اس تجویز کے لئے ان کے پاس درج ذیل دلائل ہیں:-

مسلمانوں کے لئے نہیں ہے۔ نیز اس میں صرف حضور کو یہ تین دلایا گیا ہے کہ کفار آپ کے قتل پر قادر نہ ہو سکیں گے بس۔ عام مسلمانوں کو دعوت کا کام کرنے کی ذمہ داری کو قرآن جس طرح بیان کرتا ہے اسی طرح ان کو آزمائشوں مصیبتوں کے پیش آتے رہنے سے بھی خبردار کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:-

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ
وَالْأَنْفُسِ وَالشَّامِتِ (البقرہ ۱۵۴)

”اور ہم تم کو ضرور آزمائیں گے کسی قدر خوف سے بھوک سے اور جان و مال کے نقصان سے اور پھلوں کی تباہی سے۔“

الْم. أَحْسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ. وَلَقَدْ
فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ. (العنکبوت ۲۰۱)

”الف۔ لام۔ میم۔ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہہ دینے پر چھوڑ دئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا۔“

نیز قرآن مجید میں جتنے پیغمبروں کی دعوتی سرگزشت بیان ہوئی ہے وہ تمام کی تمام آزمائشوں سے مصیبتوں سے بھری ہوئی ہے۔

الغرض یہ کہنا صحیح ہے کہ دعوت کا کام مسلمانوں کو کرنا چاہیے یہ ایمان کا تقاضہ ہے، شرعی ذمہ داری ہے ہم سے اس کا محاسبہ ہوگا مگر یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ دعوت کے عمل سے ملت کی حفاظت ہو جائے گی اور پریشانی ختم ہو جائیگی۔ مسائل کا حل تو جہاد فی سبیل اللہ کے عمل میں ہے۔ اس کا ثبوت تو حضور کی سیرت سے ملتا ہے کہ جب آپؐ نے دفاعی جہاد کا دور ختم ہونے کے بعد اقدامی جہاد کے ذریعہ خیبر کو فتح کر لیا تب ہی مدینہ کے مسلمانوں کے معاشی مسائل حل ہوئے اور مدینہ والوں کو جنگی سازشوں سے امن حاصل ہوا۔

مصنفین کے خیالات

ملت کے بعض مصنفین ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے کسی لائحہ عمل کے طے کرنے سے پہلے یہ طے کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ملت کی موجودہ حالت حضورؐ کے دور نبوت میں سے کس دور سے مشابہ ہے؟

(۱) مسلمانوں کے دشمن قریش کے قافلوں کو لوٹ مار کرنے والے ابوبصیرؓ اور ابو جندلؓ کے ساتھیوں کو حضور نے اس کام سے منع نہیں فرمایا۔ اور نبی کا کسی کام کو منع نہ کرنا گویا اس کام کو برقرار رکھنا ہے۔ اس چیز کو شریعت میں حدیث تقریری کہا جاتا ہے۔

(۲)

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا جَاجُوعًا لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا ۖ وَجَعَلْنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا (النساء . ۷۵)
”اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان کمزور مردوں عورتوں بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو فریاد کر رہے ہیں اے ہمارے رب ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اپنی طرف سے ہمارے لئے ایک سرپرست اور ایک مددگار کھڑا کر دے۔“
اس آیت کا تقاضہ کوئی پورا نہیں کر رہا ہے اس پر یہ جہادی تنظیم عمل کرے گی۔

(۳) ظالموں سے لڑنے کا بدلہ لینے کا حکم اللہ نے دیا ہے جیسا کہ:-

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ..... (البقرة . ۱۹۰)

اے ایمان والو! تم اللہ کی راہ میں ان سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔

فَمَنْ اعْتَدَا عَلَيْكُمْ فَاَعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا عَتَدَا عَلَيْكُمْ (البقرة . ۱۹۴)

پھر جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر زیادتی کرو۔

(۴) ظالموں کو ان کے ظلم کا جواب دینا نیکی ہے۔ اور اسی سے ظلم رکتا ہے۔

وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ (الشورى . ۳۹)

(جنتی لوگ وہ ہیں) جب ان پر زیادتی کی جاتی ہے تو اس کا بدلہ لیتے ہیں۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ (البقرة . ۲۵۱)

اگر اللہ ایک کو دوسرے کے ذریعہ ہٹاتا نہ رہے تو زمین فساد سے بھر جاتی۔

(۵) اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:-

إِذَا تَبَايَعْتُمْ الْعَيْنَةَ وَآخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ سَلَطَ

اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذَلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ (ابو دائود عن ابن عمر)

جب تم لوگ حیلہ بہانے سے تجارت کرو گے جب گائے بیل کی دم پکڑ لو گے جب تم کھیتی

باڑی میں لگن ہو جاؤ گے اور جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تم پر ایسی ذلت ڈالے گا جس سے تم

نہیں نکل سکو گے یہاں تک کہ اپنے دین کی طرف پلٹو۔ (دین سے مراد جہاد ہے)

(۶) مَنْ لَمْ يَهْتَمَّ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ (موطا مالک)

جو مسلمانوں کے معاملات کو سدھارنے کے لئے کوشش نہیں کرتا وہ ان میں سے نہیں ہے۔

(۷) جب مسلمانوں کا کوئی امیر (شرعی حاکم) موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں کم از کم دس افراد کا

گروہ اپنا امیر خود مقرر کر کے اپنی حفاظت کا سامان کرتے ہوئے اس امیر کی اطاعت میں جہاد کر سکتا

ہے۔ (یہ فتویٰ افغانستان کے جہاد کے موقع پر اخباروں میں خوب آیا تھا۔)

اس طرح ایک جہادی تنظیم انڈر گراؤ نہ تشکیل دی جائے اور اس کے ذمہ صرف یہ کام ہو کہ جہاں

کہیں مسلمانوں پر ظلم ہو وہاں ظالموں سے بدلہ لینے کا کام چند دنوں کے اندر ہی انجام دے دے تاکہ

ظلم کرنے والوں کو سزا مل جائے۔ اور دوسروں کو عبرت ہو جائے۔ اگر ایسی کوئی تنظیم بنتی ہے تو بے شمار

شہادت کے متوالے نوجوان اس میں شامل ہونگے۔

جائزہ

یہ تجویز بالکل صحیح ہے مطابق شریعت ہے مگر قابل عمل نہیں ہے۔ اس کے وجوہات درج ذیل

ہیں:-

۱- ملی تنظیمیں اس کام کی تائید نہیں کریں گی۔ اگر تائید کریں گی تو جہادی قراردادیں جائیگی۔ اور

پھر دہشت گرد بھی قراردادے کر پابندی لگا دی جائیگی۔

۲- اس کام کے لئے پہلے ایک چھوٹا دستہ تیار ہو کر ٹریننگ سے آراستہ ہو کر میدان میں عملاً کچھ کام کر کے دکھانا ہوگا جس کے بعد ہی ملت کے دوسرے نوجوان بھی اس میں شامل ہونے کے لئے آمادہ ہونگے۔ اس کے لئے کم از کم دو تین سال لگ سکتے ہیں۔ اس دوران تھوڑی سی مجبوری بھی پورے کام کو ختم اور تمام کی گرفتاری کا سبب بن سکتی ہے۔ اس کا امکان اس لئے بھی زیادہ ہے کہ مسلمانوں میں پولیس نے پیسہ خرچ کر کے گلی گلی مجبوروں کا جال پھیلا دیا ہے۔ اور ملت میں رازداری کی عادت نہیں ہے۔

۳- اس گروپ کا ایک دو جگہ کام شروع ہوتے ہی پولیس چوکس ہو جائے گی اور انکی بڑے پیمانے پر تلاش کے لئے سینکڑوں نوجوانوں کو ٹارچر کیا جائے گا۔ بستیوں پر کریک ڈاؤن کر کے مسلمانوں کو پریشان کیا جائے گا کیونکہ پولیس کا پورا محکمہ زعفرانی ہو چکا ہے اور مسلمانوں کا دشمن ہے۔

۴- ملک میں غیر مسلموں کی علیحدگی پسند تحریکیں جو کچھ کرتی ہیں اس پر پولیس اور انٹیلیجنس اتنا چیچھا نہیں کرتیں جتنا کشمیر میں یا جہادی مسلم تنظیموں کا کیا جاتا ہے اس تجربہ کی بنیاد پر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ اس گروہ کا تعاقب جنگلوں میں ہیلی کاپٹروں سے بھی کیا جائے گا۔

۵- اب تک ملک میں غیر مسلموں کی چند فسادی تنظیموں سے متاثر ۱۰ تا ۲۰ فی صد لوگ ہی ہمارے دشمن ہیں۔ اس مجوزہ پروگرام پر عمل شروع ہو جانے کے بعد پوری غیر مسلم برادری ہماری دشمن بن جائے گی۔

۶- اب بھی کچھ خیر پسند انسانیت نواز NGOs اور حقوق انسانی کے لئے کام کرنے والی تنظیمیں ہماری حمایت میں کھڑی ہوتی ہیں اس تجویز پر عمل درآمد کرنے سے یہ تمام لوگ ہمارا ساتھ چھوڑ دیں گے بلکہ ہمارے خلاف ہو جائیں گے۔

۷- الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا ہماری بربادی کے واقعات کو نظر انداز یا کم کر کے پیش کرتا رہا ہے۔ مگر اس تجویز پر عمل کے نتیجے میں ہونے والے واقعات کو میڈیا تفصیل سے پیش کرے گا بلکہ نمک مرچ لگا کر پیش کرے گا بلکہ بار بار پیش کرتا رہے گا نتیجہ میں سارے ملک میں ہمارے خلاف نفرت کی آگ لگ جائے گی اور ملک میں تمام مسلمانوں کو اس وجہ سے سخت رد عمل کا سامنا کرنا پڑے گا

خاص کر دیہاتوں میں جہاں مسلمان کم تعداد میں رہتے ہیں وہاں ان پر قیامت ہی آجائے گی۔

۸- جہادی رد عمل سے ہو سکتا ہے کہ دشمن اسلام تنظیمیں خوف زدہ ہو جائیں لیکن فوج اور پولیس ہمارے خلاف ہو جائے گی۔ الغرض اس تجویز سے فائدہ کم نقصان زیادہ ہونے کا امکان ہے۔ اگرچہ کہ شرعی لحاظ سے یہ تجویز بالکل جائز قسم کی ہے لیکن شریعت ہی کا یہ اصول ہے کہ کسی عمل کے نتیجے میں خیر کم اور شر زیادہ پھیلتا ہو تو اس عمل کو موقعی طور پر ترک کر دینا ہی بہتر ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی اہم ہے کہ ملت کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اس کی صحیح اسلامی بیداری کا عمل بھی ضروری ہے تاکہ ملت خودی سے اپنے مقصد وجود کو پورا کر سکے۔ اس لئے محض حفاظت کا دن پوائنٹ پروگرام کافی نہیں ہے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ ملت کو ’ملت اسلام بناتے ہوئے‘ اس کی حفاظت اور ترقی کے منصوبے کی ضرورت ہے محض حفاظت یا فقط ترقی کسی کام کی نہیں۔

ملت کے ان اہم طبقات کے ذمہ داروں کے خیالات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ درحقیقت ان حضرات کے پاس ٹھوس دلائل سے لیس ایسا کوئی منصوبہ ہی نہیں ہے جس پر عمل پیرا ہو کر ملت کی حفاظت اور ترقی ہو سکے اور فریضہ منصبی کو ادا کرتے ہوئے زندہ رہنے اور خلافت کی سمت قدم بڑھا سکے۔

ملت اسلامیہ کا مقصد حیات

حقیقت یہ ہے کہ ۲۵ کروڑ کی تعداد میں اس ملک میں بسنے والی ملت اسلامیہ کا موقف و منصوبہ کیا ہو؟ یہ طے کرنا کسی شخص کی انفرادی یا کسی مجلس کی اجتماعی فکر و سوچ یا کسی کے مراقبہ و کشف کا کام نہیں ہے۔ یہ سوال ایک اور اہم سوال سے جڑا ہوا ہے وہ یہ کہ ’امت مسلمہ کا مقصد حیات کیا ہے؟‘ اور اس بات کے طے کرنے کا حق کسی بھی فرد بشر کو حاصل نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے خالق و مالک اللہ ہی کو حاصل ہے اور اس نے طے فرما دیا ہے چنانچہ قرآن مجید میں تمام انسانوں کی تخلیق کا مقصد یہ بیان ہوا ہے:-

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذِّرِّیَّات ۶۱)

میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف میری عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

یہ عبادت و بندگی کیا ہے اور کیا چیز اس کے خلاف ہے بتلانے کے لئے اللہ نے اپنے رسولوں اور کتابوں کو روانہ فرمایا۔ آخر میں محمدؐ اور قرآن مجید کو قیامت تک کے لئے رہنما اور ہدایت کے لئے مقرر فرمادیا۔ ان کو تسلیم کر کے زندگی گزارنے والوں کو مسلم قرار دیا۔

اسی طرح افراد کے بعد امت مسلمہ کی اجتماعی زندگی کا مقصد بھی اللہ تعالیٰ نے خود طے فرمادیا ہے۔ اس کو بدلنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ یہ مقصد حیات قرآن مجید میں مختلف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً شہادت علی الناس، اقامت دین، غلبہ دین، خلافت علی منہاج النبوة وغیرہ جیسا کہ آیات ذیل سے ظاہر ہوتا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّتٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ط (آل عمران ۱۱۰)

”دنیا میں بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی اصلاح و ہدایت کے لئے میدان میں لایا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ط (البقرة ۱۴۳)

”اور اسی طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو ایک امت وسط بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔“

تیسری جگہ فرمایا:

الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ (الحج ۴۱)

”یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم

دینگے اور برائی سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔“

چوتھی جگہ:

أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ (الشورى: ۱۳)

قائم کرو اس دین کو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ۔

پانچویں جگہ:

لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (التوبة: ۳۳)

تاکہ پیغمبر اس دین کو تمام ادیان پر غالب کر دے۔

امت مسلمہ کے اس متعین مقصد حیات کے لئے کام کرنے والی پہلی جماعت جسے خود حضورؐ نے تیار فرمایا تھا صحابہ کرام کی الجماعۃ تھی اس جماعت کے امیر یکے بعد دیگرے خلفائے راشدین تھے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان خلفاء نے امت مسلمہ کی تشکیل کا مقصد صحیح ڈھنگ سے انجام دے کر بعد والوں کے لئے ایک عمدہ مثال قائم کر دی ہے۔ ان کا دور اسلام کا معیاری دور تھا۔

بعد کے زمانے میں اقتدار اور قرآن الگ ہو گئے اور خلافت کے نظام میں شخصی بادشاہت داخل ہو گئی اور امت مسلمہ کے مقصد حیات کا کام رک گیا۔ اس دور میں افراد امت کی اصلاح و رہنمائی کے لئے ائمہ و مجتہدین نے انفرادی طور پر بہت کام کیا لیکن بعد میں ان کے چاہنے والوں نے امت کے اس اصلاحی مشن کو مسلک کی شکل دے کر ایک محدود دائرہ بنادیا۔ پھر ایک مدت کے بعد شخصی حکومت کے بھی ٹکڑے ہو گئے اور دنیا کے مختلف علاقوں میں الگ الگ بادشاہتیں قائم ہو گئیں۔ اور اس دور میں بہت سے علاقائی رسوم و رواج اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور صوفیا اور مشائخ کے الگ الگ سلسلے وجود میں آ گئے۔ اور بیعت و ارشاد کے ذریعہ عوام کی اصلاح و تزکیہ کا کام انہوں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ پھر ایک مدت دراز کے بعد جمہوریت کا دور آیا تو اس کے ساتھ ہی جماعتوں اور تحریکوں کا دور شروع ہو گیا اور اب جماعتیں عوام کی اصلاح و تربیت کا کام کرنے لگیں۔

اس طرح خلافت کے نظام کے بعد سے آج تک ملت اسلامیہ کو ایک دینی و سیاسی مشترکہ قیادت نصیب نہیں ہو سکی۔ کبھی مسلکوں نے امت کو تقسیم کیا تو کبھی صوفیا کے سلسلوں نے امت کو بانٹا اور اب

جماعتوں نے تقسیم کر دیا ہے۔ ملت کو ایک ہونے کا موقع نصیب نہیں ہو رہا ہے۔ اگرچہ کہ مسلمانوں کی تمام ہی جماعتیں امت کا مقصد حیات وہی مانتی ہیں جو قرآن میں بیان ہوا ہے۔ لیکن اس کے حصول کے لئے جو راستہ اختیار کرنا چاہئے اور کاموں کی جو ترجیحات مقرر ہونا چاہئے انہیں بجائے کتاب و سنت سے اخذ کرنے کے اپنی سوچ و فکر سے مقرر کر لیتی ہیں۔ پھر بعد والے ان ترجیحات کو ہی اصل کام سمجھنے لگتے ہیں۔ نتیجتاً اس طرح مختلف جماعتیں وجود میں آتی جا رہی ہیں۔

افسوس کہ ملت میں کوئی ایسا مصلح نہیں ہے جو مسلمانوں کو جماعتوں کی آویزش سے نکال کر پھر سے ایک ملت واحدہ بنانے کا کام قرآن و سنت کے دیئے ہوئے اصولوں کے مطابق کرتا، تاکہ ملت کی حفاظت، اصلاح و سر بلندی کا کام صحیح طریقہ پر انجام پاتا اور اللہ کی مدد و نصرت کا وعدہ پورا ہوتا۔

چونکہ اب ملت میں مجدد الف ثانیؒ کی طرح کا کوئی مصلح نہیں ہے جنہوں نے ہندوستان میں اسلام کو ہندو مذہب میں ڈھل جانے سے بچایا۔ اور ویسی شخصیتیں بھی نہیں ہیں جنہوں نے آزادی سے پہلے انگریزوں کے ظلم و ستم کے دور میں مسلمانوں کو مایوسی سے بچایا تھا۔ اور ظلم کے خلاف ڈٹ گئے تھے۔ جنہیں کالا پانی کی قید اور پھانسی کی سزا اسلام کے راستے سے نہیں ہٹا سکی تھی۔ جبکہ آج کے قائدین اسلام اور مسلمانوں کے کسی کا ز کے لئے لاشی بھی کھانے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ نیز علماء کی جو نئی نسل مدرسوں سے فارغ ہو کر نکل رہی ہے ان میں حالات کو بدلنے کے لئے کچھ کرنے کا جذبہ نہیں ہے۔ اور نہ وہ اپنی ذات اور اپنے مکتبہ فکر سے بلند ہو کر پوری ملت کے بارے میں کچھ سوچتے ہیں۔

ایسے میں ہمیں خود قرآن مجید اور اسوۂ رسول کی محفوظ تعلیمات کی روشنی میں ہماری طرح کی کیفیات و حالات والی ملت کو دیا گیا لائحہ عمل تلاش کر کے عمل کرنا چاہئے جس پر عمل کرنے میں ملت کی حفاظت، اصلاح اور سر بلندی یقینی ہو۔ مصلحین اور مجتہدین کا انتظار چھوڑ دینا چاہئے۔ اور اپنی انفرادی ذمہ داری کو پورا کرنا چاہئے۔ چونکہ حضورؐ کا ارشاد ہے:-

تَرَكْتُ فِيكُمْ أُمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللَّهِ وَ سُنَّتِي

(موطا)

”میں نے دو چیزیں تمہارے درمیان چھوڑی ہیں اگر تم ان دونوں کو مضبوطی سے

تھام لو گے تو ہر گز گمراہ نہ ہو گے اللہ کی کتاب اور میرا طریقہ۔“
یہ بات باعث طمانیت ہے کہ علمائے اسلام نے قرآن و سیرت کی وضاحت اتنے پہلوؤں سے کر دی ہے کہ ایک عام مسلمان بھی صحیح رہنمائی تلاش کر سکتا ہے۔ الحمد للہ

نئی جماعت بنانا ملت کو کمزور کرنا ہے

ایک بات کی وضاحت ضروری ہے وہ یہ کہ عام طور پر جب بھی ملت کے لئے کوئی کام سوچا جاتا ہے تو ذہن اس طرف جاتا ہے کہ پہلے ایک انجمن بنائی جائے یا ادارہ قائم کیا جائے یا ایک جماعت تشکیل دی جائے پھر اس کے تحت کام کیا جائے۔ اس طرح کام کرنے کے لئے قرآن مجید سے دلیل بھی فراہم کر لی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے:-

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران ۱۰۴)

”اور تم میں ضرور ایک جماعت ہونا چاہئے جو خیر کی طرف بلائے اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے اور جو لوگ یہ کام کریں وہی فلاح پانے والے ہیں۔“

یہ آیت مسلمانوں میں جماعتوں کی کثرت کے لئے دلیل نہیں ہے۔ جیسا کہ ہر جماعت اپنے وجود کو برحق ثابت کرنے کے لئے اس آیت کا سہارا لیا کرتی ہے اور نتیجتاً درجنوں جماعتیں وجود میں آ گئی ہیں۔ اس آیت میں اس معنی میں جماعت کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا ہے جس معنی میں ہم جماعت کا لفظ اردو میں بولتے ہیں بلکہ اصلاً امۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی ایک گروہ کے ہیں جو ملت کی اصلاح کا کام کرے اور تفرقہ سے بچے جیسا کہ آگے مزید فرمایا:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ (آل عمران ۱۰۳)

تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں مت پڑو۔

پھر زیر تذکرہ آیت کے بعد متصل آیت میں نہایت تاکید کے ساتھ ان لوگوں کی روش پر چلنے

سے منع کیا گیا ہے جو فرقوں میں بٹ گئے اور اختلافات میں پڑ گئے ایسی روش اللہ کے عذاب کی موجب ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ط
وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (آل عمران . ۱۰۵)

”اور تم ان لوگوں کی طرح مت بن جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور اختلاف میں پڑ گئے باوجود اس کے کہ ان کے پاس روشن نشانیاں آچکی تھیں ان لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔“

ان تینوں آیتوں سے پہلے ایک جامع نصیحت کی آیت ہے جو ہر مسلمان کو حق پر قائم رہنے کی تاکید والی عظیم آیت ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ
(آل عمران . ۱۰۲)

”اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اس کا حق ہے اور مروت اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔“

عجیب بات ہے اتنی واضح نصیحتوں کے باوجود ملت میں جماعتوں کی کثرت اور انتشار ہے۔

جماعت بن کر کام کرنے کی آیات کا تو حوالہ بار بار دیا جاتا ہے مگر انتشار اور اختلاف سے بچنے بچانے کا حوالہ نہیں سنائی دیتا۔ دوبارہ غور کیجئے آیت ۱۰۲ میں انفرادی عمل بتلایا گیا ہے کہ اللہ سے ڈرنے اس کی نافرمانی سے بچ کر زندگی گزارنے کی انتہائی کوشش کرتے رہو تا کہ موت اسلام پر آ سکے۔ آیت ۱۰۳ میں ملت کے لئے اجتماعی اعمال بتلائے گئے ہیں کہ سب مل کر اللہ کی رسی (کتاب) مضبوط تھام لیں یعنی اس کتاب کے مطابق ہی ہر کام انجام دیں کسی مقام پر بھی اس کتاب کو نظر انداز نہ کریں اور آپسی انتشار اور تفرقہ سے بلکلے بچیں۔ پھر آیت ۱۰۴ میں ملت کی ذمہ داری بتلائی گئی ہے کہ ان میں سے ایک گروہ مسلسل خیر کی دعوت (اسلام کی دعوت) دیتے رہے اور برائیوں سے روکنے اور بھلائیوں کا حکم کرنے کا کام کرتا رہے یہی اصل ذمہ داری ہے۔ پھر آیت ۱۰۵ میں مزید تاکید کے ساتھ انتشار و

اختلاف سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے اور دھمکی دی گئی ہے کہ ملت میں انتشار و اختلاف پیدا کرنے والوں کو آخرت میں سخت عذاب سے دوچار ہونا پڑیگا۔

ان پانچ آیتوں میں ملت کو متحد رہنے کا حکم اور متحد رکھنے والی چیز (قرآن) کا ذکر اختلاف اور فرقہ بندی سے بچنے کی تاکید کے ساتھ انفرادی لائحہ عمل (تقویٰ) اور اجتماعی لائحہ عمل (امیر بالمعروف نہی عن المنکر) کا واضح بیان ہے۔ اس تاکید کے باوجود مسلمانوں کا مختلف جماعتوں اور مسلکوں میں بٹ جانا افسوسناک ہے اور رحمت الہی سے دوری کا سبب ہے۔ اس لئے اب ملت میں مزید کوئی نئی جماعت بنانا اسے مزید توڑنا ہے اور یہ کوئی نیک کام نہیں ہے۔ بلکہ پوری ملت کو جوڑ کر ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مضبوط ملت واحدہ بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

یہ صحیح ہے کہ افراد ملت کا ایمان کمزور ہے ان کے اعمال بگڑے ہوئے ہیں ان کے اخلاق و معاملات کو اسلام سے کوئی واسطہ ہی باقی نہیں رہا لیکن انہوں نے کلمہ کا اقرار کیا ہے اور مسلمان ہی رہنا اور مسلمان ہی مرنا چاہتے ہیں کوئی تلوار کی نوک پر بھی ان بگڑے ہوئے مسلمانوں سے کلمہ کفر نہیں کہلوا سکا ہے۔ اس لئے پوری ملت کے افراد کی جان مال دین و ایمان کی حفاظت کی فکر کرنا چاہیئے۔ پوری ملت کی تعلیم و تربیت اور تنظیم کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ یہ سب اللہ کے وفادار محمد ﷺ کے تابعدار اور اسلام کے علمبردار بن کر حقیقی معنوں میں ”خیر امت“ کے لقب کے حامل ہو جائیں۔ اور اپنا مقصد حیات پورا کرتے ہوئے ملک میں عدل و قسط کے خیر و برکت والے نظام خلافت کا احیاء کر سکیں۔

ملت کو اس لائق بنانے کے لئے اس میں ایسی اجتماعیت پیدا کی جائے جس سے کوئی نیا انتشار پیدا نہ ہو اور موجودہ جماعتوں اور تنظیموں سے کوئی ٹکراؤ نہ ہو بلکہ ان سے تعاون حاصل کرنے اور ان کو تعاون دینے کا ماحول بنے اور ہر بستی کی سطح پر بستی کے تمام مسلمانوں کا ایک شرعی ذمہ دار مقرر ہو (جماعتوں کے ذمہ دار پوری بستی کے ذمہ دار نہیں کہلائے جاسکتے) بستی کے مسلمانوں کے خاندانی جھگڑوں اور باہمی جھگڑوں کا فیصلہ شریعت کے مطابق کرنے کا انتظام ہو اور اس پر عمل درآمد کرانے کا نظم ہو۔ بستی کے غریب نادار مسلمانوں کی امداد کے لئے زکوٰۃ صدقات کی وصولی و خرچ کا بیت المال ہو اور مسلمانوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام وعظ و نصیحت کے ساتھ ساتھ

روک لگانے کی صورت میں انجام دیا جاسکے اور بستی کے مسلمانوں کی حفاظت و صیانت کا مستقل نظم قائم کیا جاسکے نیز بستی کے پست کردہ سماج کے لوگوں کی حفاظت و مدد بھی کی جاسکے اور غیر مسلموں کو دعوت دینے کا کام انجام پاسکے۔

اس قسم کی اجتماعیت کا اور اسکی ترجیحات کا تفصیلی بیان قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے واقعات میں موجود ہے۔ بنی اسرائیل کا تذکرہ بہت تفصیل سے قرآن میں بیان کیا گیا ہے کیوں کہ امت مسلمہ سے پہلے دنیا کے وہی امام تھے۔ ان کے عروج و زوال کا نقشہ بالکل ہمارے عروج و زوال سے مشابہ ہے اور ہماری موجودہ حالت کی طرح کے احوال ان پر فرعون کی غلامی کے دور میں گذر چکے ہیں اس سے نکال کر عزت و سرفرازی کے حصول کے لئے ان کو جلائے عمل دیا گیا تھا وہ قرآن میں موجود ہے اور ہمارے لئے اس میں رہنمائی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں سورہ القصص کی آیات ۶ تا ۲۱ میں بیان ہوا ہے۔

طسّم ﴿۱﴾ تِلْكَ الْكِتَابُ الْمُبِينُ ﴿۲﴾ نَتْلُو عَلَيْكَ مِنْ نَبَاِ مُوسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى الْاَرْضِ وَبَجَعَلْ اَهْلَهَا شِيْعًا يَسْتَضِعُّوْنَ طَائِفَةً مِنْهُمْ يَتَّبِعُ اَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِ نِسَاءَهُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتَضَعُّوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اٰئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ ﴿۵﴾ وَنُمَكِّنْ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَنُرِىْ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴿۶﴾ (سُوْرَةُ الْقَصَصِ ۱-۶)

”طس م یہ کتاب مبین کی آیات ہیں ہم موسیٰ اور فرعون کا کچھ حال تم کو ٹھیک ٹھیک سناتے ہیں ایسے لوگوں کے فائدے کے لئے جو ایمان لائیں۔ واقعہ یہ ہے کہ فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اس کے باشندوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ ان میں سے ایک گروہ کو وہ ذلیل کرتا تھا، اسکے لڑکوں کو قتل کرتا تھا اور اس کی لڑکیوں کو جیتا رہنے دیتا تھا۔ فی

الواقعہ وہ مفسد لوگوں میں سے تھا اور ہم یہ ارادہ رکھتے تھے کہ مہربانی کریں ان لوگوں پر جو زمین میں ذلیل کر کے رکھے گئے تھے اور انہیں پیشوا بنادیں اور انہیں کو وارث بنائیں اور زمین میں ان کو اقتدار بخشیں اور ان سے فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہی کچھ دکھلا دیں جس کا انہیں ڈر تھا۔“ (القصص ۱-۶)

اگلے صفحات میں بنی اسرائیل اور ملت اسلامیہ ہند کے حالات کا تقابل کرتے ہوئے ان کو دی گئی تعلیمات (جو کہ حضور پر نازل کی گئی تعلیمات کے بالکل مطابق ہیں فرق صرف ترتیب کا ہے) دونوں کا موازنہ کرتے ہوئے ایک جامع قرآنی لائحہ عمل پیش کیا جا رہا ہے۔

ملت اسلامیہ ہند کا تقابل بنی اسرائیل سے

قرآن مجید میں بنی اسرائیل کا تفصیلی بیان ہے جو ہماری طرح دنیا کی امام و رہنما ملت تھی اللہ نے اس کو حکومت و شوکت سے نوازا تھا پھر ایک مدت کے بعد ان میں بگاڑ آ گیا اور وہ فرقوں میں بٹ گئے کمزور اور بزدل ہو گئے پھر ان پر مشرک قوم غالب ہو گئی اور وہ غلام بنادئے گئے اور ان پر بے انتہا ظلم ڈھایا گیا۔ پھر اللہ نے ان کو عزت و حکومت دینا چاہا تو ایک پیغمبر کے ذریعہ ان کی انفرادی اور اجتماعی اصلاح کا نقشہ عطا فرمایا۔ ان کی اور ہماری مماثلتیں درج ذیل ہیں:

- ۱- وہ دنیا کے امام بنائے گئے تھے دوسری قوموں پر فضیلت دی گئی تھی۔
- ہمیں بھی اللہ نے امت وسط بنا کر دوسری قوموں پر شاہد بنایا خیر امت بنایا۔
- ۲- انہیں دنیا میں حکومت و شوکت عطا کی گئی تھی۔
- ہمارے اسلاف نے بھی دنیا کے بہت بڑے حصے پر صدیوں حکومت کی ہے۔
- ۳- انہیں اللہ نے ایک کتاب اور شریعت عطا فرمائی تھی جس کی پیروی لازم تھی۔
- ہمیں بھی اللہ نے قرآن اور شریعت محمدی عنایت فرمائی ہے ان کی پیروی لازم ہے۔
- ۴- ایک مدت گزرنے کے بعد ان میں بگاڑ آ گیا برائیوں سے روکنائی کی کا حکم دینا چھوڑ دیا۔
- ہماری بھی ایسی ہی حالت ہو گئی ہے۔

۵- وہ علانیہ اللہ کی شریعت کو توڑنے لگے اور فرقوں میں بٹ گئے نیک لوگوں کو قتل کرنے لگے۔

بالکل ایسا ہی حال ہماری ملت کا ہوا مسجد نبوی اور بیت اللہ کے پاس تک قتل کیا گیا۔

۶- ان میں مذہبی اختلافات پیدا ہو گئے۔

ہمارے اندر مسلکی اختلافات پیدا ہو گئے۔

۷- انہوں نے اللہ کی کتاب کو چھوڑ دیا اور علماء اور درویشوں کی اندھی پیروی کرنے لگے۔

یہی حال ہمارا ہوا قرآن و سنت سے زیادہ اماموں کی رائے پر زور ہے۔

۸- وہ جفاکشی اور محنت سے کامیابی حاصل کرنے کے بجائے تعویذ گندوں سے کامیابی

چاہنے لگے۔

ہمارے پاس بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے۔ جو تعویذوں کے سہارے ترقی چاہتے ہیں۔

۹- وہ دنیا سے محبت کرنے اور موت سے ڈرنے لگے اور جہاد چھوڑ دیا۔

یہ بیماریاں علانیہ ہمارے اندر پیدا ہو گئی ہیں۔

۱۰- انہوں نے نمازوں کو ضائع کر دیا۔

ہمارے پاس بھی ۸۰ فی صد لوگ بے نمازی ہیں۔

۱۱- ان کے اندر شرک گھس آ گیا اور وہ سود کھانے لگے تھے۔

ہمارے اندر بھی اس کی ابتداء ہو چکی ہے۔

۱۲- وہ برائی سے روکنا نیکی کا حکم دینا ترک کر چکے تھے۔

ہم نے بھی اس طریقہ کو بقائے باہم کے طور پر اختیار کر لیا ہے۔

تب اللہ نے ان پر مشرک قوموں کو مسلط کر دیا ان کا قتل عام کئی بار ہوا۔ ان کا قبلہ ڈھا دیا گیا (مسجد شہید کر دی گئی) ان کی زینہ اولاد کی نسل کشی کی گئی اور ان کو اسی ملک میں غلام بنالیا گیا جہاں ان کی شاندار حکومت تھی۔

ہندوستان میں ہماری صورتحال بھی ہو بہو اسی طرح ہو گئی ہے۔ بلکہ غلاموں سے بھی بدتر حالت

ہماری ہو چکی ہے۔ بابر کی مسجد شہید کر دی گئی اور اس کی جگہ کو مندر کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ سینکڑوں مساجد آج بھی بند ہیں ہماری تہذیب و تمدن کے آثار ہماری زبان سب ایک ایک کر کے ختم کر دیئے جا رہے ہیں۔ ہماری شریعت کا بچا کچا حصہ مسلم پرسنل لا جو صرف عائلی قوانین پر مشتمل ہے اس کو بھی ختم کرنے کا مطالبہ ہو رہا ہے۔

بنی اسرائیل کو اس پستی و ذلت سے نکال کر عزت و حکومت سے نوازنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو منصوبہ دیا تھا وہ بعینہ قرآن میں موجود ہے اس لائحہ عمل کے تمام تر نکات حضور پر نازل شدہ وحی میں بھی موجود ہیں بلکہ زیادہ صراحت کے ساتھ موجود ہیں بس ترتیب کا فرق ہے۔ چونکہ ہندوستان میں مسلمانوں کی موجودہ حالت بنی اسرائیل سے ملتی جلتی ہے اس لئے انہیں بھی اس حالت سے نکالنے کے لئے یہی لائحہ عمل اور یہی ترجیحات موزوں ہو سکتے ہیں۔

یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے وہ یہ کہ دین مکمل ہو چکا ہے اور محمد ﷺ کی زندگی کو بہترین نمونہ قرار دیا جا چکا ہے تو اب ہمارے لئے بنی اسرائیل کو دی گئی ہدایتوں کی کیا ضرورت ہے؟ تو عرض ہے کہ پیغمبر دو قسم کے ماحول میں بھیجے گئے ہیں۔ ایک مکمل شرک کرنے والے گمراہوں میں دوسرے بگڑے ہوئے مومنوں کی اصلاح کے لئے۔ چنانچہ محمد ﷺ کی بعثت مشرکین میں ہوئی اس لئے آپ نے ”دعوت“ سے کام شروع کیا ہجرت کے بعد مدینہ میں اسلامی حکومت کی تاسیس ہو گئی اس لئے وہاں جہاد سے کام مکمل کیا گیا۔ جب کہ موسیٰ علیہ السلام کی بعثت بگڑے ہوئے اور ظلم کا شکار بنے ہوئے اہل ایمان میں ہوئی تھی جیسی کہ ہماری حالت ہے اس لئے ان کو دیئے گئے لائحہ عمل کی ترجیحات ہمارے لئے موزوں ہو سکتی ہیں۔ مسئلہ صرف ترجیحات کا ہے اصل تعلیمات تو دونوں پیغمبروں کی بالکل مشترک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دوسرے پیغمبروں کے قصے اسی لئے بیان فرمائے ہیں کہ ان کے ذریعہ ایمان والوں کو رہنمائی، نصیحت اور حق کی وضاحت کی جائے جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوا ہے:-

وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نَنْثِيثُ لَهُ فُؤَادَكَ وَجَاءَكَ

فِي هَذِهِ الْحَقِّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ (ہود: ۱۲۰)

بنی اسرائیل کے لئے دیا گیا انفرادی منصوبہ اور مسلمان ایمان اور نماز:

انسان کی زندگی کو سیدھے راستے پر لگائے رکھنے کے لئے سب سے پہلی چیز ہدایت الہی پر ایمان ہے اس سے جڑے بغیر اس کو بنیاد بنائے بغیر انسان سیدھے راستے پر قائم رہ نہیں سکتا کیوں کہ انسانوں کو گمراہ کرنے کے لئے شیطان خار کھائے ہوئے تیار بیٹھا ہوا ہے۔ اور نفس بھی بغاوت پر زور ڈالتا رہتا ہے۔ اس لئے حکم ہوا کہ:

وَإِذَا خُذْنَا مِيشَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمْ الطُّورَ ط خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ
وَأَذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرة ۶۳)

یاد کرو جب ہم نے طور کو تم پر اٹھا کر تم سے پختہ عہد لیا تھا اور کہا تھا کہ جو کتاب ہم تمہیں دے رہے ہیں اسے مضبوطی کے ساتھ تھامنا اور جو احکام و ہدایات اس میں درج ہیں انہیں یاد رکھنا اس ذریعہ سے توقع کی جاسکتی ہے کہ تم تقویٰ کی روش پر چل سکو گے۔
ٹھیک اسی انداز اور اسی تاکید سے حضور پر آیات کا نزول ہوا ہے۔ مثلاً
وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (الانعام: ۱۵۵)
اور اسی طرح یہ کتاب ہم نے نازل کی ہے ایک برکت والی کتاب پس تم اس کی پیروی کرو اور تقویٰ کی روش اختیار کرو بعید نہیں کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اور

وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ (الزمر: ۵۵)
اور پیروی اختیار کرو اپنے رب کی بھیجی ہوئی کتاب کے بہترین پہلو کی۔

نیز

فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا (التغابن: ۸)
پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس روشنی پر جو ہم نے نازل کی ہے۔

”اے نبی یہ پیغمبروں کے قصے جو ہم تمہیں سناتے ہیں یہ وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعہ ہم تمہارے دل کو مضبوط کرتے ہیں۔ ان کے اندر تم کو حقیقت کا (حق کا) علم ملا اور ایمان لانے والوں کو نصیحت اور بیداری نصیب ہوئی۔“
دوسری جگہ اٹھارہ پیغمبروں کا نام بنام تذکرہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو ان کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے۔

أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدْهُمْ أَقْنِدُهُ ط (الانعام: ۹۰)
وہ (تمام پیغمبر) اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ تھے انہی کے راستے پر تم چلو۔
تیسری جگہ تمام مسلمانوں کو یہ دعا سکھائی گئی ہے:

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ . صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ (الفاتحه: ۵)
ہمیں سیدھا راستہ دکھا ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام فرمایا۔

ان تمام آیات سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ ہم بنی اسرائیل کو دیئے گئے منصوبے پر عمل کر سکتے ہیں بلکہ وہ اسی لئے قرآن میں بیان ہوا ہے کہ اس میں ہمارے لئے رہنمائی، ہدایت حق اور نصیحت موجود ہے۔ اس پر عمل کرنا موسیٰ علیہ السلام کی پیروی نہیں ہے بلکہ قرآن کی اور محمد ﷺ کی پیروی ہے نیز بالکل اسی طرح کی تعلیم ہم کو قرآن اور اسوۂ نبی میں بھی ملتی ہے (اس کی مثالیں آگے آرہی ہیں)۔
قرآن کی رو سے جب بنی اسرائیل میں بگاڑ آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس امام ملت کو دنیا میں غلام بنا دیا تھا اور ان پر مشرک قومیں غالب آ گئیں۔ پھر ایک مدت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس ملت کو اوپر اٹھانا اور حکومت سے نوازنا چاہا تو ان میں ایک پیغمبر اور ایک کتاب کو بھیجا جس میں ترتیب سے پہلے انفرادی کاموں کا منصوبہ اور بعد میں اجتماعی کاموں کا منصوبہ دیا گیا۔

ہم پہلے انفرادی احکامات کا ذکر کریں گے اور پھر ان احکام کے مطابق حضور پر جو وحی نازل ہوئی اس کا ذکر کرتے ہوئے موجودہ حالات میں عملی کام کے لئے مشورے درج کریں گے۔ اس کے بعد اجتماعی احکام کا تفصیلی ذکر کریں گے۔

ان تمام آیات میں اللہ کی کتاب پر ایمان اور اس کی پیروی کا حکم موجود ہے۔

حقیقت یہ کہ ملت کا پہلا اینٹ فرد مسلمان ہے فرد کی فکری تربیت پہلا کام ہے اور یہ کام قرآن پر سچے ایمان کے ذریعہ اللہ اور رسول و آخرت پر ایمان سے ہی ممکن ہے۔ مسلم ملت قرآن سے دور ہوگئی ہے جس کی وجہ سے اس میں کئی ایک بیماریاں پیدا ہوگئی ہیں اس کی اصلاح کے لئے بڑے پیمانے پر رجوع الی القرآن مہم کی ضرورت ہے۔

قرآن پر ایمان اور اس کی تلاوت سے جو پہلا تقاضہ سامنے آتا ہے وہ اللہ کی عبادت کرنے اور شرک سے بچنے کا ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کو پہلا حکم یہ دیا گیا:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَآئِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ ۖ (البقرہ: ۸۳)

ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔

بالکل یہی حکم ہمارے لئے حضور پر اس طرح نازل ہوا ہے:

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ (الاسری: ۲۳)

اور تمہارے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا۔

گویا ایمان کے بعد فرد مسلم کا پہلا کام اللہ کی عبادت کرنا ہے چاہے ملک کے حالات و کیفیات کچھ بھی ہوں۔ اللہ سے تعلق جوڑے بغیر خود کو آخرت کے محاسبے سے بچانے کی فکر کئے بغیر دوسروں کی فکر کرنا صحیح طرز عمل نہیں ہے۔ یہ بات بھی یہاں قابل غور ہے کہ عبادت کا حکم اور شرک سے بچنے کی تاکید ایک ساتھ وارد ہوئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقیدہ کی اصلاح پہلا اہم کام ہے۔ شرک کی آمیزش کے ساتھ کوئی عمل اللہ کے پاس قابل قبول نہیں رہتا۔ لہذا تو حید اور اس کے تقاضے پہلی بنیاد ہیں جس پر افراد کی سیرت کی تعمیر مقصود ہے۔

ایمان کے بعد عمل کے سلسلہ میں بنی اسرائیل کو نماز کی تاکید کی گئی ہے کیونکہ نماز کو فرد کی اصلاح میں بہت بڑا دخل ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَاقِمُْوا الصَّلَاةَ (البقرہ: ۸۳)

اور لوگوں سے بھلی بات کہنا اور نماز قائم کرنا۔

ٹھیک ایسی ہی تاکید مسلمانوں کو بھی حضور کے ذریعہ درج ذیل آیت میں کی گئی ہے:

أَتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ ۖ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ (العنکبوت: ۴۵)

تلاوت کرو اس کتاب کی جو تمہاری طرف وحی کے ذریعہ بھیجی گئی ہے اور نماز قائم کرو یقیناً نماز فحش اور برے کاموں سے روکتی ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیائی طریقہ اصلاح میں پہلا ٹارگیٹ فرد ہوتا ہے اور فرد کو اندر سے بدلنے میں نماز بہت کارگر عمل ہے۔ جو اس میں کامیاب ہو اوہ آگے دوسرے احکام میں بھی نکل سکے گا۔ لہذا ملت کی اصلاح کا کوئی کام نماز کی اقامت کے بغیر نہیں ہو سکتا اس کی پابندی نہایت ضروری کام ہے۔

خاندان کا استحکام اور خدمت خلق

فرد کو ایمان اور نماز کے حکم کے بعد خاندان کے استحکام اور معاشرے کے قریبی افراد کی خدمت کا حکم دیا جا رہا ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کو حکم ہوا:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَآئِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرہ: ۸۳)

”ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا ماں باپ کے ساتھ رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنا یتیموں مسکینوں سے سلوک کرنا لوگوں سے بھلی بات کہنا۔“

بالکل اسی طرح کی آیات حضرت محمد پر بھی نازل ہوئی ہے جو اور زیادہ جامع ہیں:-

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۚ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنَمِ وَابْنِ السَّبِيلِ لَا وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا (النساء: ۳۶-۳۷)

- (خ) فخر و غرور کی مذمت
(د) بخل و کنجوسی کی مذمت

شرک کی قسمیں

شرک تمام گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ مشرک کے لئے جنت حرام کر دی گئی ہے۔ تمام پیغمبروں کی دعوت کا پہلا نکتہ شرک کی مذمت ہی ہے۔ شرک کی چار بڑی قسمیں ہیں:-

- (۱) اللہ کی ذات میں شریک کرنا۔ یعنی اللہ کو اولاد قرار دینا یا اللہ کو کسی کی اولاد قرار دینا اللہ واحد کو ایک سے زیادہ کہنا۔ اس قسم کے شرک میں مسلمان مبتلا نہیں ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ
- (۲) اللہ کی صفات میں شریک کرنا۔ یعنی اللہ تعالیٰ دعاؤں کا سننے والا ہے غیب سے ہماری مدد کرنے کی قدرت والا ہے۔ وہی ہم کو صحت، دولت اولاد اور ترقی فائدہ نقصان بیماری وغیرہ دینے والا ہے اسی لئے اس سے دعا کرنا اس کا شکر کرنا اس سے پناہ مانگنا اس سے خوف و امید رکھنا چاہئے۔ اگر کوئی یہ صفات نفع و نقصان پہنچانے کی عطا و بخشش کے کسی دوسری ہستی میں تسلیم کرتا ہے تو یہ شرک ہے۔ چاہے یہ صفات کسی فرشتہ میں انسان میں جن میں یا پیغمبر میں ہی کیوں نہ تسلیم کرتا ہو۔ افسوس کہ شرک کی یہ قسم ہمارے یہاں پائی جاتی ہے۔

- (۳) اللہ کے حقوق میں شریک کرنا۔ یعنی اللہ ہمارا معبود ہے اس لئے اس کی عبادت کی جاتی ہے دوسرا کوئی ہمارا معبود نہیں ہے اس لئے کسی دوسرے کی عبادت بھی نہیں کرنا چاہئے۔ جیسا کہ ہم اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ رکوع کرتے ہیں۔ ادب سے قیام کرتے ہیں ان اعمال کو کسی دوسری ہستی کے سامنے نہیں ادا کرنا۔ اس طرح اللہ کے گھر کا عزم سفر کرتے ہیں، اس کا طواف کرتے ہیں، اس کے لئے قربانی کرتے ہیں اور سر کے بال منڈاتے ہیں یہ تمام کام کسی دوسری ہستی کے لئے نہیں کرنا کیوں کہ یہ سب اللہ کے حق ہیں جس کا ہم نے کلمہ پڑھا ہے۔ دوسروں کا کلمہ ہم نے نہیں پڑھا ہے اس لئے یہ سارے اعمال دوسروں کے لئے نہیں کرنا چاہئے۔ مگر افسوس یہ شرک بھی ہم میں آ گیا ہے۔

”اور تم سب اللہ کی بندگی کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں اور یتیموں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، اور پڑوسی رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی اور مسافر سے اور ان لونڈی غلاموں سے جو تمہارے قبضہ میں ہوں، احسان کا معاملہ رکھو یقیناً جانوں اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے پندار میں مغرور ہو اور اپنی بڑائی پر فخر کرتا ہو۔“

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ ملت کا استحکام قلعوں اور ساز و سامان سے نہیں ہوتا بلکہ افراد سے ہوتا ہے فرد میں مضبوطی تو حید پر چلنے اور شرک سے بچنے میں ہے۔ افراد سے مل کر خاندان بنتے ہیں خاندان کی مضبوطی سے ملت مضبوط ہوتی ہے۔ اس لئے ان آیات میں افراد اور خاندانوں کے اسلامی استحکام کے احکام دیئے گئے ہیں اور ساتھ ہی ملت کے مسکینوں محتاجوں اور ماتحت لوگوں کے حقوق بھی گنائے گئے ہیں کیوں کہ یہ لوگ بڑے اسلامی خاندان کے افراد ہیں اگر یہ لوگ کمزور اور محروم رہیں گے تو ملت کس طرح مضبوط ہو سکتی ہے۔ یہی اصل خدمت خلق کے کام کی ترتیب ہے۔ اس ترتیب کو چھوڑ کر خدمت خلق کے ادارے بنانا اللہ کی ہدایت کو ٹھکرانا ہے۔ ہاں پہلے اس کے مطابق کام کیا جائے پھر اس کے باوجود جو محروم و بیکس اور محرومین رہ جائیں ان کے لئے ادارے بنائے جاسکتے ہیں۔

اس حکم میں کئی چیزیں شامل ہیں جن کی کسی قدر وضاحت کی ضرورت ہے تاکہ صحیح روح واسپرٹ کے ساتھ عمل کیا جاسکے۔

- (۱) شرک کی ممانعت
- (ب) والدین کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم
- (ت) رشتہ داروں سے سلوک کرنے کا حکم
- (ث) معاشرے کے یتیموں مسکینوں سے سلوک کرنے کا حکم
- (ج) پڑوسیوں سے سلوک کرنے کا حکم
- (ح) ماتحتوں سے سلوک کرنے کا حکم

اہل ایمان کا شریک اعمال میں مبتلا ہونا آخرت کے لحاظ سے بربادی تو ہے ہی بلکہ دنیاوی لحاظ سے بھی شریک اعمال ذلت و کبت کا سبب بنتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو خطاب کر کے فرمایا:-

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِبِلَّ سَيْنًا لَهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ (الاعراف: ۱۵۲)

”جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا وہ ضرور اپنے رب کے غضب میں گرفتار ہوں گے اور دنیا کی زندگی میں ذلیل ہوں گے جھوٹ گڑھنے والوں کو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔“

یہ آیت متوجہ کر رہی ہے کہ ملت کی نجات اور دنیاوی عروج کی فکر کرنے والوں کو اس بات کی کوشش شروع دن سے کرتے رہنا چاہیئے کہ ملت اللہ کی توحید میں کسی قسم کے شرک میں مبتلا ہوئے بغیر یہ مقام حاصل کرے ورنہ شرک کے ساتھ تو سارے عالم کی حکمرانی بھی مل جائے تو بیکار ہے۔

اس لئے ملت کو شرک کی تمام قسموں سے بچانا نہایت ضروری ہے۔ یہ بیماری اصل اور بڑی بیماری ہے اس کو نظر انداز کر کے ملت میں دوسری بھلائیاں اور خوبیاں پیدا کرنا فضول ہے کیوں کہ اس بیماری سے ملت کی اصل کامیابی یعنی آخرت کی کامیابی ہی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔

عملی کام

☆ شرک سے بچانے کے لئے وعظ و نصیحت تبلیغ و تلقین کتاب و خطاب کے تمام ذرائع استعمال کرنا چاہیئے۔ خاص کر جمعہ کے خطبوں میں شرک کی تمام قسموں پر روشنی ڈالنا اور بچنے کی تلقین کرنا۔ مشرک کا انجام ہمیشہ فی النار بتاتے رہنا۔

☆ مظاہر شرک کے مواقع پر شرک کی حقیقت اور انجام بیان کرنا مثلاً بزرگوں کی قبروں پر ہونے والے شریک اعمال کو روکنے کی پر حکمت کوشش کرنا اس کے لئے ان بزرگوں کی سچی سوانح حیات کو بیان کرنا ان کی تعلیمات کو سننا اور ان کے نام پر ہونے والی غلط حرکتوں کو روکنا۔

☆ سڑکوں پر بزرگوں کے نام پر ان کے چھلے، نشان، جھنڈے وغیرہ لگانے سے اسلام کی غلط ترجمانی ہوتی ہے اور اثرات کو مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ ان تمام غیر اسلامی نشانوں کو سبھی جماعتوں

(۴) اللہ کے اختیارات میں شرک۔ اللہ ہمارا مالک اور آقا ہے اس لئے اسی کو حق ہے کہ ہماری زندگی کے لئے حلال و حرام کو طے کرے اسی کو حق ہے کہ ہم اس کے ہر حکم کی بے چوں چرا طاعت کریں۔ اس کے کسی حکم کے بارے میں دل میں بھی کوئی غلط خیال نہ لائیں۔

یہ مقام کسی اور ہستی کو اپنی طرف سے نہ دیں البتہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے اس لئے آپ کی اطاعت کرنا فرض ہے۔ اللہ نے خود ہی مسلمانوں کے امیر کی اطاعت کا حکم دیا ہے اس لئے امیر کی اطاعت کرنا ضروری ہے مگر اس شرط کے ساتھ جو حضورؐ نے لگائی ہے کہ:-

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ (ابو داؤد)

یعنی کسی مخلوق کی اطاعت خالق کی نافرمانی میں جائز نہیں ہے۔

معلوم ہوا اصلاً بے چوں چرا بلا شرط اطاعت صرف اللہ کی ہے اس نے اپنے رسول کی اطاعت کا حکم بھی بے چوں چرا کرنے کا دیا ہے اس لئے رسول کی اطاعت فرض ہے اس کے بعد دنیا کے تمام لوگوں کی اطاعتیں ان دو اطاعتوں کے تابع ہیں ان سے آزاد نہیں ہیں۔

اب اگر کوئی شخص کسی فرد کی کسی پارٹی کی کسی انجمن کی کسی حکومت کی کسی قبیلے کے اصولوں کی کسی خاندان کے ضابطوں کی کسی عدالت کی اور کسی قائد کی بھی بے چوں چرا بلا شرط اطاعت (بغیر اللہ اور رسول کی سند کے) کرتا ہے اور اسے صحیح سمجھتا ہے تو یہ اللہ کے اختیار میں شرک ہے۔ بغیر سچی توبہ کے ایسے شخص کی مغفرت نہیں ہوتی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مشرکین جہنم میں پڑے رہیں گے۔ (اللہ ہم تمام مسلمانوں کو شرک سے بچائے آمین)

ہر قسم کے شرک سے بندوں کو بچانا تمام پیغمبروں کی دعوت کا پہلا نکتہ رہا ہے۔ اس طرح حضرت موسیٰ اور حضرت محمد ﷺ کو بھی یہ حکم دیا گیا کہ اپنی امتوں کو شرک سے بچنے کی تاکید کریں مگر انفسوس کی بات ہے کہ ملت اسلامیہ ہند میں اللہ کی ذات میں شرک کے علاوہ باقی تمام شرک کی قسمیں پائی جانے لگی ہیں۔ اس پر مزید یہ کہ اسے شرک نہیں سمجھتی اور فخر سے کہتی ہے کہ ہم اللہ کی توحید پر قائم ہیں۔ حالانکہ اللہ کے سوا دوسروں کے لئے رکوع سجود طواف قربانی نذر و نیا سب انجام دے جا رہے ہیں۔ اللہ کے سوا دوسروں کی عقیدت مندانہ اطاعت بھی ہو رہی ہے۔

کو ساتھ لیکر ہٹا دینا۔

☆ بزرگوں کی ولادت کے دن یا وفات کے دن ہونے والی تقریبات کا بدعت ہونا اور ان کے نام پر نذر و نیاز کا شرک ہونا واضح کرنا اور اس سے منع کرنا۔

☆ عرس و قوالی کے ذمہ داروں سے مل کر اس کام کی غیر شرعی حیثیت کو سمجھانا اور روکنے کی کوشش کرنا۔

☆ اور بھی جو شرکیہ خیالات اور اعمال مقامی طور پر پائے جاتے ہوں ان سے باز رکھنے کی کوشش کرنا۔ اس کام پر جو مصیبت بھی پڑ جائے برداشت کرنا۔

ماں باپ سے سلوک

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے ان کو اف تک نہ کرنے ان کے لئے اپنے آپ کو جھکا کر رکھنے اور اللہ سے ان کے لئے دعائے رحمت کرتے رہنے کا حکم قرآن مجید میں اللہ کی عبادت کے حکم کے ساتھ ہی دیا گیا ہے۔ اس سے ماں باپ کی خدمت کا مقام اور اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضور نے اس حکم کی تفصیل اپنے ارشادات کے ذریعہ بہت واضح فرمائی ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں باپ کی نافرمانی کرنا حرام ہے۔ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ باپ جنت کا صدر دروازہ ہے ماں باپ کو محبت بھری نظر سے دیکھنے پر حج کے ثواب کی طرح ثواب ہے۔ ماں باپ کا دل دکھانے والوں کو مرنے سے پہلے دنیا ہی میں عذاب ہوتا ہے۔ ماں باپ کے مرنے کے بعد چچا اور خالہ سے سلوک کرنا بھی ماں باپ کی خدمت شمار ہوتا ہے۔ ماں کا حق باپ کے مقابلے میں تین گنا زیادہ ہوتا ہے۔ جو شخص ماں باپ کی خدمت نہیں کرتا اس کو نبی کی بددعا ہے۔

اسلام کی تعلیم کے مطابق ماں باپ کو ان کے بڑھاپے میں اپنے گھر میں رکھ کر اپنے ہاتھوں سے خدمت کرنا ان کی دعائیں لینا اللہ کو راضی کرنے والا عمل ہے۔ ان کو بے سہارا چھوڑ دینا یا ان کو تکلیف دینا دنیا و آخرت کی بربادی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام بیت المعمور قائم کر کے والدین کی خدمت نوکروں کے ذریعہ کروانے کا قائل نہیں ہے۔ بلکہ ہر مسلمان کو شخصی طور پر اپنے ماں

باپ کی خدمت کرنے کا حکم دیتا ہے۔

یہ کام خدمت خلق کے کاموں میں سے سب سے پہلا کام ہے اس کو ترک کر کے دوسرے بڑے بڑے ادارے بنانے سے اس کا بدل نہیں ہو سکتا۔ افسوس کی بات ہے کہ آج ملت کے کئی بوڑھے بوڑھیاں مساجد کے قریب بھیک مانگتے نظر آتے ہیں حالانکہ ان کی اولاد زندہ ہوتی ہے۔

عملی کام

ماں باپ کی خدمت و سلوک کا مزاج بنانے کے لئے جمعہ کے خطبے، اصلاحی اجتماعات میں اس کو موضوع بنانا چاہیئے۔ اگر کہیں ضعیف حضرات بے سہارا ہوں تو ان کے لواحقین سے ربط پیدا کر کے ان کی خدمت پر آمادہ کرنا چاہیئے۔ بالفرض معاشرے میں اگر ضعیف حضرات بے سہارا ہوں تو پھر ان کے لئے ٹھکانہ اور گزارے کا انتظام ملت کو کرنا چاہیئے۔

رشتہ داروں سے سلوک

رشتہ داروں سے مراد خونی رشتہ دار ہیں ماں باپ کی طرف سے اور اپنے بہن بھائی بھی۔ ان کی مصیبت دور کرنا انکی ضروریات زندگی فراہم کرنے میں مدد دینا ان کی خوشی میں مبارکباد دینا ان کے غم میں پرسہ دینا یہ تمام کام ان کا حق ہیں۔ اگر ادا نہ کیا گیا تو قیامت کے دن حساب ہوگا۔ اسلام کی تعلیم کے اصلاً و عنوان ہیں ایک اللہ کا حق ادا کرنا۔ دوسرا بندوں کا حق ادا کرنا۔ بندوں کے حق میں نمبر ایک پر ماں باپ کا ذکر تھا دوسرے نمبر پر رشتہ داروں کا ذکر ہے تیسرے نمبر پر سماج کے دوسرے مستحقین ہیں۔ اگر ہر شخص اپنے اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھنے لگے گا ان کا حق ادا کرنے لگے گا تو دنیا میں کہیں بھی مسلمان غربت و افلاس میں مبتلا نہیں رہیں گے۔ اور کہیں بھی ان کو حکومتوں سے بھیک نہیں مانگنا پڑے گی۔

اللہ تعالیٰ نے خدمت خلق کے کاموں کا یہ طریقہ مقرر کر کے ملت اسلامیہ کو ایک خود کفیل معاشرہ بنانا چاہا ہے۔ ورنہ وہ اپنے ایک حکم کے ذریعہ ہر ایک کو مال دار تو کر بنا سکتا تھا مگر اس وقت ہمارا امتحان کیسے ہو سکتا تھا اور ہم جنت کے حصول کے لئے کیا کرتے؟

آج ساری دنیا سے غربت کے خاتمے کے لئے عالمی سطح پر سوچا جاتا ہے اور عملاً کچھ کیا بھی جاتا ہے مگر کامیابی نہیں ملتی جب کہ اللہ تعالیٰ نے اسلامی زندگی کے لئے ایسے اصول عنایت فرمائے ہیں کہ اگر ان پر عمل کیا جائے تو غربت کا خاتمہ ہو جاتا ہے جیسا کہ خلفائے راشدین کے آخری زمانے میں ہوا۔ جو صحابی فاقہ سے بے ہوش ہو جایا کرتے تھے وہ ایک علاقے کے گورنر تھے اور مال و اسباب کے علاوہ غلاموں کی بڑی تعداد کے مالک بن گئے تھے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ افراد سے مل کر خاندان بنتا ہے، خاندان سے مل کر معاشرہ اور سماج بنتا ہے اور معاشروں سے مل کر ملت بنتی ہے۔ خاندان مضبوط ہونگے آپس میں ہمدرد ہونگے تو پورا معاشرہ ہمدرد و مضبوط ہوگا۔ اور جب معاشرہ مضبوط ہوگا تو پوری ملت مستحکم ہوگی اس لئے خاندان کا استحکام دراصل پوری ملت کا استحکام ہے۔ مگر افسوس کی بات ہے کہ جدید تہذیب کے نام پر مغربی ممالک نے جو طریقہ زندگی اختیار کر رکھا ہے اس میں خاندان کا نظم ہی ختم کر دیا جا رہا ہے جس سے انسانیت کی بقا کے لئے خطرہ پیدا ہو چکا ہے۔ جبکہ اسلام خاندان کے ادارے کو مضبوط کرنا چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس ملت پر بڑی بھاری ذمہ داری ڈالی ہے کہ یہ ملت ساری دنیا میں صلاح و فلاح قائم کرنے کے لئے کھڑی کی گئی ہے اس لئے اس کو سب سے پہلے اپنے آپ کو پھر اپنے خاندان کو اسلام کے لئے کھڑے ہونے والا بنانا چاہیے۔ اس کے لئے ان میں افلاس کو دور کرنا ان میں دینداری پیدا کرنا ان کے اندر سے اخلاقی برائیاں دور کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبرؐ کو اللہ نے سب سے پہلے خاندان کو خطاب کرنے کا حکم دیا تھا۔ (الشعرا: ۶۱۴)

عملی کام

اس کام کے لئے ملت میں بیداری پیدا کرنے کے لئے جمعہ کے خطبے، دینی اصلاحی اجتماعات و وعظ و نصیحت کے پروگرام ہوتے رہنے چاہیے نیز دینی کتابوں کے ذریعہ ذہن سازی کی جانی چاہیے۔ کیونکہ خاندان اسلام کا پہلا یونٹ ہے۔ یہ یونٹ جتنا مضبوط ہوگا اتنا ہی اسلام کا نظام مضبوط ہوگا۔

☆ ہر مسلمان اپنے رشتہ داروں سے جڑا ہے۔

- ☆ حتی الامکان اپنی کمائی سے غریب رشتہ داروں کی مدد کرتا رہے۔
- ☆ خاندان میں ہر ماہ کم از کم ایک اجتماع کرے (گھریلو اجتماع صرف گھر والوں خاندان والوں کے لئے)
- ☆ خاندان میں آپسی اختلاف ہو جائیں تو خاندان ہی میں اس کو حل کرنے کی کوشش کرے۔
- ☆ خاندان کا کوئی فرد غیر اخلاقی یا ناجائز قسم کے کاروبار میں یا ملوث ہو تو اسے اللہ کا خوف دلائے اور اس سے نکالنے کی پوری کوشش کرے۔
- ☆ کسی فرد کو اسلام دشمن پارٹی کا ممبر نہ بننے دے۔ کسی کو ناچ گانا ڈرامہ پارٹی میں شامل نہ ہونے دے۔ کسی کو جو اسٹیل لائٹری ریس ہراج کی چھٹیاں بیوٹی پارلر ویڈیو پارلر فوٹو اسٹوڈیو جیسے کاروبار میں مبتلا نہ رہنے دے۔
- ☆ خاندان میں ٹی وی کا بے محابہ استعمال، غیر سائبر لاس، شادیوں میں ویڈیو گرافی، بے پردگی، فضول خرچی، گانے بجانے کی محفلیں روکنے کی بھرپور کوشش کرے۔
- ☆ اسکولوں کی چھٹیوں میں پورے خاندان کے بچوں کے لئے اسلامی کوچنگ کا نظم کرے اس میں شریک ہونے والوں اور اچھا پڑھنے والوں کو انعامات دے۔ ان بچوں کو اس دوران تفریحی مقامات پر لیجانے کا بندوبست کرے۔

خدمت خلق

رحم کے رشتہ داروں سے سلوک کے بعد انسانی خاندان سے سلوک کی تعلیم دی گئی ہے۔ یتیموں مسکینوں بے کسوں کی خبر گیری کرنا ان سے سلوک کرنا اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے۔ چنانچہ مکہ میں ابتدائے اسلام کے زمانے میں جو جی اتری ان میں ایمان کے بعد نماز اور یتیموں مسکینوں کی خبر گیری کرنے کی تاکید بھی تھی۔ آخرت میں جنتی لوگ جہنمیوں سے پوچھیں گے تم کو کیا چیز دوزخ میں لے گئی تو وہ جواب میں کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔ قبل نبوت

بھی جن کاموں کو حضورؐ انجام دیتے تھے ان میں یتیموں، مسکینوں کی ضرورت پوری کرنا شامل ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے بندوں کی خدمت کو اللہ کی خدمت کا درجہ دیا ہے تاکہ مسلمان خوش دلی سے ان محروموں کی خدمت کریں یہی وجہ ہے کہ اسلام کی حکومت کے قیام کے بعد بھی خلفائے راشدین حکومتی سطح پر بھی یہ کام انجام دیتے تھے اور خود شخصی طور پر بھی یہ کام انجام دیتے تھے۔
ان محروموں کی خدمت کے لئے دوڑ دھوپ کو مسجد نبوی میں اعتکاف سے بھی افضل قرار دیا گیا ہے۔
افسوس آج ملت میں ان ناداروں کا کوئی خبر گیراں نہیں ہے اور عیسائی تنظیمیں ان کی خدمت کر کے ان کو عیسائیت کی طرف راغب کر رہی ہیں جس ملت کی آدھی سے زیادہ آبادی غربت و افلاس میں مبتلا ہو اس ملت کو محض اصلاحی و عطف سے کیسے درست کیا جاسکتا ہے۔

اس کام کے لئے نمبر ایک پر یہ بات ہے کہ ہر فرد پر اس کی حیثیت کے مطابق اس کے ماں باپ اور خاندان کی ذمہ داری ہے پھر بعد میں سماج کے ان مستحق ناداروں کی مدد و خدمت کی ذمہ داری ہے۔
اسے پورا نہ کرنے پر محاسبہ ہوگا۔ اور اس انداز سے ہوگا کہ اللہ فرمائے گا:-

اے میرے بندے میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا کیوں نہ کھلایا بندہ عرض کرے گا آپ تو سب کے رب ہیں آپ کو میں کیسے کھلاتا اللہ فرمائے گا تیرے پڑوس میں فلاں شخص بھوکا تھا اگر تو اس کو کھلاتا تو مجھے وہاں پاتا۔

خدمت خلق میں اور بھی بہت سے کام ہیں (جن کا ذکر آگے آ رہا ہے) مگر اللہ تعالیٰ نے نام لیکر یتیم و مسکین کا ذکر فرمایا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے یہ مستحق ہیں بعد میں دوسرے بھلائی کے کام کئے جائیں۔ نیز یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدمت و سلوک کی ترتیب کو اللہ تعالیٰ نے ہماری سوچ پر نہیں چھوڑ دیا بلکہ اللہ نے خود ترتیب مقرر فرمادی ہے پہلے ماں باپ پھر رشتہ دار پھر بستی کے عام یتیم و مسکین اس کے بعد دوسرے لوگوں کا نمبر ہوگا۔ یہی ملت کی حفاظت و صیانت اور ترقی و عروج کی طرف جانے کا راستہ ہے۔

اس کے بعد پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا تو اس میں دو قسم کے پڑوسیوں کا ذکر فرما دیا ایک رشتہ دار پڑوسی دوسرا غیر رشتہ دار پڑوسی۔ ان دونوں سے حسن سلوک کا حکم اللہ نے دیا اور رسولؐ نے اسکی مکمل تفصیل و تقاضے احادیث میں بیان فرمادیئے ہیں جن پر عمل کرنے سے ایک پرسکون

بہمدرد معاشرہ وجود میں آجاتا ہے جس کا آج کہیں وجود نہیں ہے۔ لوگ ترس رہے ہیں کہ کہیں ایسا معاشرہ موجود ہو تو وہاں بس جائیں۔

پھر مسافر اور ماتحتوں کے ساتھ سلوک کرنے کی نصیحت اور تھوڑی دیر کے لئے ساتھ رہنے والے کے ساتھ سلوک کی بھی تاکید سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے بندوں کی مدد ان کی حاجت روائی کرنا ان کی مشکل میں ہاتھ بٹانا بہت پسند ہے۔ ان تمام حقوق کو ادا کرنے میں آدمی کو مال خرچ کرنا پڑتا ہے اس لئے آگے مال کے سلسلے میں کنجوسی اور بخل سے منع فرما دیا کنجوس لوگوں کو ناشکرے قرار دیا اور ناشکرے پن کو کفر قرار دیا۔

عملی کام

- ☆ ہر فرد کو شخصی طور پر یہ ذمہ داری ادا کرنے کی طرف متوجہ کرنا۔
- ☆ اس کام کے لئے جمعہ کے خطبہ و عطف و نصیحت کی محفلیں اور دینی کتابوں کے ذریعہ بیداری پیدا کرنا۔
- ☆ دوسرے نمبر پر بستی میں ایسا نظم کرنا کہ پوری بستی کے مالداروں سے زکوٰۃ و صدقات کو ایک جگہ جمع کر کے بستی کے ناداروں میں تقسیم کرنا۔
- ☆ بستی کا سروے کرنا مالداروں اور ناداروں کی فہرست مرتب کرنا۔
- ☆ بیت المال قائم کرنا اس کے ذمہ داروں کا تقرر کرنا۔
- ☆ کھاتے پیتے خوشحال لوگوں کو ایک ایک مسکین کو اڈاپٹ (Adopt) کرنے کی ترغیب دینا۔
- ☆ خوشیوں کے مواقع پر ان محروموں کو دعوتوں میں شریک کرنے کی ترغیب دلانا۔
- ☆ عوام میں فضول خرچی پر روک اور صدقہ و خیرات پر ابھارنا۔
- ☆ بستی کے بے سہارا بچوں کو تعلیم تربیت سے آراستہ کرنے کی کوشش کرنا۔
- ☆ ان تمام امور کو معاشرے کی اصلاح کے ضمن میں بھی اور فرد کی اصلاح کے ضمن میں

بھی موضوع بنانا۔ عمل درآمد کرنا بستی میں اچھے اخلاق و اعمال سے زندگی گزارنے والے رشتہ داروں پڑوسیوں کا حق ادا کرنے والوں کو ایوارڈزدیکران کی پذیرائی کرنا تاکہ دوسروں کو بھی جذبہ ملے۔

بنی اسرائیل کے لئے اجتماعی منصوبہ اور مسلمان

مصیبت کی ماری قوم بنی اسرائیل کو مندرج بالا انفرادی منصوبے کے علاوہ ایک اجتماعی منصوبہ عمل بھی دیا گیا ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ یہ ایسا جامع لائحہ عمل ہے جو بہ یک وقت دینی، معاشی، سیاسی پہلوؤں کو محیط ہے، اور جس پر عمل درآمد کرنے والوں کو دنیا میں یقینی کامیابی اور آخرت میں رضائے الہی کی بشارت دی گئی ہے۔ وہی منصوبہ موجودہ حالات میں ملت اسلامیہ ہند کے لئے قابل عمل اور یقینی کامیابی کا لائحہ عمل ہے جو درج ذیل آیت قرآنی میں بیان ہوا ہے:-

وَلَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَآئِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ ط لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَرْتُمْ أَوْسَارَكُمْ وَاللَّهُ قَرِضًا حَسَنًا لَا كُفْرًا عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَا أُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ (المائدہ: ۱۲)

اللہ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا اور ان میں بارہ نقیب مقرر کئے تھے اور ان سے کہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نے نماز قائم رکھی زکوٰۃ دی میرے رسولوں کو مانا ان کی مدد کی اور اللہ کو اچھا قرض دیتے رہے تو یقیناً میں تمہاری برائیاں زائل کر دوں گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کر دوں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی مگر اس کے بعد جس نے تم میں سے کفر کی روش اختیار کی تو اس نے درحقیقت سواۃ السبیل گم کر دی۔

قرآن کریم کی یہ مہتم بالشان آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے کمزور منتشر اور بگڑے ہوئے اہل ایمان کو منظم، طاقت ور اور مصلح بنانے کا جامع نقشہ کار عطا فرمایا ہے۔ اس آیت میں دینی، ملی، سیاسی

سماجی، معاشی، دفاعی اور اخروی کامیابی کا منصوبہ موجود ہے اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ غلبہ اسلام سے پہلے ملت کو کن بنیادوں پر کام کرنا چاہیے۔ اس آیت میں دیئے گئے لائحہ عمل پر چل کر اہل ایمان بغیر اقتدار کے بھی باعزت، خود مکلفی اور محفوظ زندگی گزار سکتے ہیں۔ بلکہ غلبہ و اقتدار کی جانب آگے بڑھ سکتے ہیں۔ نیز آخرت میں اللہ کی جنت اور رضا بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

اس مہتم بالشان آیت پر عمل نہ کرنے والوں کو پھر کبھی صحیح راہ عمل نصیب نہیں ہو سکتی۔ خاص بات یہ بھی ہے کہ جمہوری ملک میں اس پر عمل درآمد کرنے میں کوئی دستوری رکاوٹ بھی نہیں ہے۔ اس لئے موجودہ حالات میں یہ ملت اسلامیہ ہند کے لئے نہایت موزوں اور یقینی کامیابی کا لائحہ عمل ہے۔

غلبہ اسلام سے پہلے ملی اجتماعیت کی ”شرعی شکل“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منتشر بنی اسرائیل کو ایک ملت واحدہ بنانے کے لئے ان کو جوڑا، چونکہ بنی اسرائیل کے جملہ ۱۲ قبیلے تھے اللہ تعالیٰ نے ان پر ۱۲ نقیبوں کو مقرر فرما دیا اور ہر قبیلے کو اپنے نقیب کی اطاعت میں ان اصولوں پر زندگی گزارنے کا حکم دیا جو پوری آیت میں بیان ہوئے۔ اس طرح لاکھوں منتشر بنی اسرائیل کو ۱۲ سرداروں کے ذریعہ متحد کر کے ایک مضبوط ملت بن جانے کا حکم دیا۔

بالکل اسی طرح حضرت محمد ﷺ نے بھی ہجرت مدینہ سے پہلے مدینہ کے مسلمانوں پر ۱۲ نقیبوں کو مقرر فرما دیا تھا اور ان کے ذریعہ مسلمانوں کی اصلاح، حفاظت اور باہمی خدمت کا حکم دیا تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملت کے لئے سب سے پہلا کام اس کو جوڑنا ہے اس کے بعد ہی دوسرے کام کئے جاسکتے ہیں۔ اللہ نے مدد و نصرت کے جتنے وعدے بھی فرمائے ہیں سب ملت یا امت سے فرمائے ہیں کہیں بھی انفرادی وعدے نہیں کئے گئے ہیں۔

اب چونکہ قبیلہ واری نظام ہمارے ملک میں باقی نہیں ہے اس لئے ہم اس حکم پر بستی کی بنیاد پر عمل کر سکتے ہیں یعنی ہر بستی، گاؤں، دیہات، شہر یا شہر کے محلہ کا ایک نقیب مقرر کرنا چاہیے۔ اور تمام مسلمانوں کو اس نقیب کی اطاعت میں ان اصولوں پر زندگی بسر کرنا چاہیے جو اس آیت میں دئے گئے ہیں۔ اور نقیب کا انتخاب بستی کے لوگ خود ہی کریں۔

حقیقت یہ کہ مکمل دین اسلام پر عمل تو اسی وقت ممکن ہے جب کہ اسلام کی حکومت قائم ہو جائے یعنی خلافت قائم ہو جائے۔ اور اسی وقت ملت کے اور انسانیت کے مسائل حل ہو کر امن چین ترقی نصیب ہوگی۔ مگر ظاہر ہے کہ خلافت فرشتے آکر قائم نہیں کریں گے۔ اور نہ خلیفہ ماں کے پیٹ سے خلیفہ بن کر آتا ہے بلکہ اس کی کوشش مسلمانوں کو خود ہی کرنی ہے اور یہ کوشش واجب ہے جیسا کہ فقہ کا مسئلہ ہے نصب الامام واجب اور یہ بھی حقیقت ہے کہ خلافت راتوں رات قائم ہونے والی چیز نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لئے ایک لمبی مدت تک جدوجہد کرنا پڑتا ہے۔ اس جدوجہد کی ابتداء یعنی احیائے خلافت کے کام کی شروعات اسی نقیب کے نظام سے ہوتی ہے جیسا کہ مدینہ کے ابتدائی دور کے حالات سے معلوم ہوتا ہے۔ مدینہ میں غلبہ اسلام سے پہلے سیاسی قوت یہودیوں کو حاصل تھی اس وقت نبیؐ نے مدینہ کے مسلمانوں کو ان کے ماتحت رہنے یا ان سے تعرض کرنے کے بجائے اپنا ایک خود مملکتی نظام نقیب کے ماتحت بنا کر زندگی گزارنے کا حکم دیا تھا۔

قرآن مجید میں مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ امیر کی اطاعت میں زندگی بسر کریں یہ ایمان کا تقاضہ بھی ہے اور دنیا میں انجام کی بہتری بھی اسی میں ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ج
فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ط ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (النساء : ۵۹)

”اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملے میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو۔ اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو یہی ایک صحیح طریقہ کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔“

نیز رسولؐ کے کئی ارشادات میں جماعت بن کر رہنے امیر کی اطاعت میں منظم زندگی گزارنے کی تاکید وارد ہوئی ہے۔

امیر (صاحب امر) کی اطاعت کیا ہے؟ کیا ہر شخص جو کچھ صلاحیت رکھتا ہو وہ اپنی ایک جماعت

بنا کر لوگوں کا امیر بن کر عوام سے اطاعت کا مطالبہ کر سکتا ہے؟ آخر کس امیر کی اطاعت کا اس آیت میں حکم دیا گیا ہے۔؟ ہر جماعت اس آیت سے ہی استدلال کر کے اپنے امیر اور اپنے نظم میں شامل ہو جانے کی دعوت دیتی ہے۔ تو مسلمان کتنے امیروں کی اطاعت کریں؟ دراصل اس میں مسلمانوں کے ”حکمران“ جو مسلمانوں میں سے ہوں ان کی اطاعت کا حکم ہے بے زور محض وعظ و نصیحت کے امیروں پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا ہے۔ اور جب کہ آج اسلامی حکومت اور اس کا ذمہ دار موجود نہیں ہے تو اس آیت پر عمل کرنے کی صحیح صورت اور شرعی صورت یہی ہے کہ نقیب کی اطاعت کی جائے۔ اس لئے کہ اس کی ایک شرعی حیثیت ہے۔ جبکہ موجودہ جماعتوں اور ان کے امیروں کی حیثیت بس ایسی ہے جیسے حضورؐ نے امت کی کسی مہم کو انجام دینے کے لئے کچھ لوگوں کو مقرر فرما کر ان پر ایک صاحب کو امیر بنادیا اور ساتھیوں کو اپنے امیر کی اطاعت میں کام کرنے کا حکم دیکر روانہ فرمادیا۔ اب وہ جماعت صرف اس خاص مقصد کی حد تک جماعت ہے اور وہ امیر بھی صرف اسی حد تک صرف انہیں افراد کا امیر ہے۔ رہا باقی تمام مسلمانوں کی جماعت اور تمام مسلمانوں کے امیر تو وہ حضورؐ تھے اور حضورؐ کے بعد خلیفہ امیر المؤمنین تھے یا خلافت سے پہلے قبیلہ کا نقیب قبیلہ کا ذمہ دار تھا۔ اب چونکہ خلافت قائم نہیں ہے اس لئے خلافت قائم ہونے تک مسلمانوں کو مقامی طور پر خود کوشش کر کے اپنے اندر جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہو اس کو نقیب مقرر کر لینا چاہیے۔ اور اس کی اطاعت میں قرآن مجید کے ان اصولوں پر زندگی گزارنا چاہیے جو اس آیت (المائدہ : ۱۲) میں بیان کئے گئے ہیں، یہی صحیح اسلامی اجتماعیت ہے جس کا قرآن میں حکم ہے اور سنت رسولؐ میں ذکر ہے نقیب والی اجتماعیت اگر وجود میں نہیں لائی جائے گی تو موجودہ طرز کی جماعتوں کا اضافہ ہوتا رہے گا اور ملت دن بدن کمزور ہوتی ہی رہے گی۔ اور مسلمانوں کو سیدھی راہ نصیب نہیں ہو سکے گی کیوں کہ یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ فقد ضل سواء السبیل اور ہمارا مشاہدہ بھی یہی ہے۔

چنانچہ ہندوستان میں ملت اسلامیہ کا کوئی ذمہ دار نہ مقامی سطح کا ہے نہ ریاستی سطح کا اور نہ ملکی سطح کا البتہ جماعتوں کے ذمہ دار ہر سطح پر موجود ہیں۔ جب کبھی کسی اہم مسئلہ میں حکومت سے نمائندگی کی ضرورت پیش آتی ہے تو کئی گروپ جا کر نمائندگی کرتے ہیں جس کی بنا پر حکومت کسی نتیجہ تک نہیں پہنچتی اور یہ سوال اٹھتا ہے کہ مسلمانوں کا اصل نمائندہ آخر کون ہے؟ اس سے بڑی سبکی ہو رہی ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی مسلم آبادی اپنا کوئی سربراہی کا نظام نہیں بنا سکی۔

لہذا پہلا تقاضہ اس منصوبہ کا یہی ہے کہ نقیب کے نظام کا احیاء کیا جائے بنی اسرائیل کے نقیب اللہ نے مقرر فرمائے تھے مدینہ کے نقیب رسول اللہؐ نے مشورے سے مقرر فرمائے تھے اب ہمارے لئے نہ اللہ کا فرمان اترنے والا ہے اور نہ رسولؐ کا پر وائے تقرر آنے والا ہے۔ بلکہ ہم کو اپنے باہم مشورے سے ہی نقیب کا انتخاب کرنا ہوگا۔ اسی طرح بنی اسرائیل میں اور مدینہ میں قبیلوں کی بنیاد پر نقیب مقرر ہوئے تھے اب چونکہ قبیلوں کا نظام یہاں باقی نہیں رہا اس لئے ہم اپنی سہولت کے لحاظ سے بستی کی بنیاد پر نقیب مقرر کر سکتے ہیں اس میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ سہولت ہے۔ نیز بستی کا مفہوم بھی متعین حدود تک کے لئے مقرر کر سکتے ہیں مثلاً دیہات اور گاؤں اور چھوٹے شہر وغیرہ تو بستی کہلائیں گے مگر بڑے گنجان آبادی والے شہروں میں محلوں کو بستی کا درجہ دینا ہوگا۔ جتنا چھوٹا یونٹ ہوگا کام اتنا مستحکم ہوگا۔ اسی طرح بڑے شہروں میں کالونیاں اور سوسائٹیاں ہاؤزنگ کا مپلیکس قائم ہیں وہاں صرف سوسائٹی اور کالونی کو بستی شمار کرنا چاہیئے۔ اور ہر بستی پر ایک نقیب مقرر کیا جانا چاہیئے۔ یہ غلبہ اسلام سے پہلے کے دور کے لئے ملی اجتماعیت کی صحیح شکل ہے۔

نقیب کا انتخاب

نقیب ملت اللہ اور رسولؐ کا مقرر کیا ہوا پوری بستی کا شرعی ذمہ دار ہوتا ہے اور اسے اپنی بستی میں اللہ و رسولؐ کی شریعت کے مطابق تمام معاملات کو چلانا ہوتا ہے۔ اس لئے ایسے شخص کو نقیب مقرر کرنا چاہیئے جس کو شریعت کا علم ہو، باعمل مسلمان ہو، نماز اور شریعت کا پابند ہو، ملت کے لئے مخلص ہو کسی سیاسی پارٹی کا ممبر نہ ہو۔ ایسے کئی حضرات موجود ہوں تو ان میں نسبتاً زیادہ بہتر شخص کو منتخب کر لینا چاہیئے۔ یہ بات کہ ہر حیثیت سے قابل مثالی شخصیت کو تلاش کیا جائے تو قیامت تک بھی کوئی مثالی شخصیت نہیں مل سکتی اس لئے بستی میں موجود افراد میں سے دوسروں کی بہ نسبت زیادہ بہتر شخص کو نقیب بنا لینا چاہیئے۔ اور اس کی مدد کرنا چاہیئے۔ اگر بستی گنجان آبادی والی ہو تو نقیب کے کاموں میں مدد کے لئے ایک مجلس شوریٰ بھی بنائی جاسکتی ہے۔ اس میں مختلف جماعتوں کے نمائندوں کو شامل کرنے سے عمومی اتحاد کی فضا قائم ہو سکتی ہے۔

ملت میں اجتماعی مفاد کے لئے کام کرنے والوں کی بے حد کمی ہے مگر عہدہ و منصب کی خواہش بہت سے لوگوں میں پائی جاتی ہے اس کا اندازہ مسجدوں میں ہونے والے مسجد کمیٹی کے انتخاب سے بہ آسانی لگایا جاسکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ملت کا سب سے ٹیڑھا مسئلہ ”قیادت“ کا ہی ہے۔ ایک مسجد کی کمیٹی کے عہدہ داروں کا انتخاب تک ہمارے پاس اسلامی اصولوں کے مطابق نہیں ہو سکا رہا ہے۔ اس کی وجہ دراصل اسلامی اصولوں سے ناواقفیت ہے لوگ ذمہ داریوں کو عہدہ سمجھتے ہیں اور منصب سمجھتے ہیں اس لئے اسے حاصل کرنے کے لئے دوڑ دھوپ کرتے ہیں اور غیر اخلاقی طریقے بھی استعمال کرتے ہیں۔ جب کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے کسی کام کی ذمہ داری ہم کسی ایسے شخص کو نہیں دیتے جو اس کی خواہش رکھتا ہو یا اس کی کوشش کرتا ہو نیز یہ بھی فرمایا کہ جس کو مسلمانوں کے کسی کام کا ذمہ دار بنایا جائے اور وہ اس کے لئے اتنی دوڑ دھوپ نہ کرے جتنی اپنے ذاتی کام کے لئے کرتا ہے تو ایسا شخص جنت کی خوشبو بھی نہیں پاسکتا۔ ان دونوں ارشادات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ذمہ داری کی خواہش غیر اسلامی چیز ہے اور ذمہ داری ایک خدمت اور مشقت کا کام ہے۔ اس کی پوچھ ہوگی یہی وجہ ہے کہ ہمارے اسلاف ذمہ داری کے حصول کے لئے کبھی کوشش نہیں کرتے تھے۔ لیکن جب ان کو ذمہ دار بنادیا جاتا تو اس کام کے لئے بہت کوشش کیا کرتے تھے۔

نقیب کا انتخاب کرنے کے لئے بستی میں پہلے سے باضابطہ ذہن سازی کرنا چاہیئے۔ اس کی شرعی حیثیت اور موجودہ حالات میں اس کی اہمیت وغیرہ پر مردوں اور عورتوں میں بیداری پیدا کرنا چاہیئے کہ اسلام کے بہت سے تقاضے ایسے ہیں جو بغیر امیر یا نقیب کے انجام نہیں پاسکتے۔ پھر کسی تعطیل کا دن مقرر کر کے کسی مسجد کے صحن میں یا شادی خانہ میں یا کسی مقام پر باضابطہ رائے دہی کا انتظام کرنا چاہیئے۔ مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی رائے دہی کا حق دیا جانا چاہیئے۔ سادہ کاغذ پر لوگ پسندیدہ شخص کا نام تحریر کر دیں اور نیچے اپنا نام اور پتہ لکھ دیں۔

کئی لوگوں کے نام آنے پر جس کو زیادہ رائے ملی ہو اس کو یا ان ناموں میں زیادہ دیندار صاحب علم و عمل شخص یا ان ناموں کو بذریعہ قرعہ اندازی کے ایک صاحب کو نقیب منتخب کر لینا چاہیئے۔ اور اسی وقت باضابطہ اعلان کر دینا چاہیئے:

☆ بستی کا منتخب شدہ نقیب نقیب ملت کہلائے۔

☆ تعلقہ کا نقیب نقیب اول کہلائے۔ (اسی طرح عام شہر کو تعلقہ کا درجہ ہوگا)

☆ ضلع کا نقیب نقیب اکبر کہلائے۔ (عظیم تر شہروں کو ضلع کا درجہ ہوگا)

☆ ریاست کا نقیب نقیب اعلیٰ کہلائے۔

☆ اور پورے ملک کا نقیب نقیب اعظم کہلائے۔

☆ تعلقہ کے تمام نقبائے ملت مل کر نقیب اول کو منتخب کریں (جو تعلقہ کا ذمہ دار ہوگا۔)

☆ ضلع کے تمام نقبائے اول مل کر نقیب اکبر کو منتخب کریں۔ جو ضلع کا ذمہ دار ہوگا۔

☆ ریاست کے تمام نقبائے اکبر مل کر نقیب اعلیٰ کو منتخب کریں جو ریاست کا ذمہ دار ہوگا۔

☆ تمام ریاستوں کے نقبائے اعلیٰ مل کر نقیب اعظم کو منتخب کریں جو پورے ملک کا ذمہ دار ہوگا۔

جب تک اسلام غالب نہ ہو جائے نقیب کا نظام قائم رہے گا اور مسلمان اپنے تمام معاملات کے لئے نقیب سے رجوع کریں گے۔ نیز سوائے حدود اور تعزیر کے اور اقدامی جہاد کے تمام امور اسلام پر عمل ہوگا۔ یہاں تک کہ خلافت قائم ہو جائے۔

نوٹ:

بستیوں میں موجود مسلمانوں کی مختلف جماعتوں سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا بلکہ نقیب کے نظام میں جو کام اللہ و رسول کے مقرر کئے ہوئے ہیں ان میں سے جس کام کی جو جماعت ماہر ہو وہ کام نقیب ان کی مدد سے انجام دے گا تاکہ ڈبلنگ نہ ہو اور صلاحیتوں کا ضیاع نہ ہو مثلاً نماز کے سلسلے کا کام تبلیغی جماعت کے ذمہ اور زکوٰۃ اور خدمت خلق جماعت اسلامی کے ذمہ سیاسی نمائندگی جمیعۃ العلماء کے ذمہ یا مقامی سیاسی جماعت علیٰ ہذا القیاس۔ لیکن اگر کوئی جماعت تعاون نہ کرے تو پھر اپنے بل پر اللہ کی مدد کے بھروسے پر نقیب اپنے ساتھیوں کے ساتھ انجام دے گا۔

مختلف جماعتیں اپنے اصولوں پر کام کرنے کے لئے آزاد رہیں گی مگر ملت کے اجتماعی مفاد کے مشترکہ مسائل میں نقیب ملت کی اطاعت لازم ہوگی۔ کیوں کہ نقیب پوری بستی کی ملت کا نقیب ہے شرعی ذمہ دار ہے۔ جیسا کہ مدینہ میں صحابہ کرامؓ میں سے بعض کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے اور ان دوسرے صحابہ کی

مدد کرتے تھے جو دعوت و تبلیغ وغیرہ کے کاموں میں لگے رہتے تھے۔ کچھ صحابہ شعر و شاعری سے اسلام کی مدد کرتے تھے تو بہت سے اصحاب تیر و تلوار سے مدد کرتے تھے۔ الغرض بستی میں نقیب کے نظام کے تحت بستی کی سطح پر موجود ملی جماعتیں بھی اس طرح تعاون کریں تو یہ بہت بڑی آرزو جو عام مسلمانوں کی ہے پوری ہوگی اور اللہ کے حکم کی پیروی ہوگی۔ اور رحمت اترنے لگے گی۔ بالفرض کوئی جماعت تعاون دینے اور تعاون لینے کے لئے تیار نہ ہو تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔

نقیب کی ذمہ داری (عملی کام)

نقیب کی اصل ذمہ داری سورہ المائدہ کی آیت ۱۲ کے مکمل منصوبہ پر ملت سے عمل درآمد کرنا ہے (اس منصوبہ کی تفصیلات آگے آرہی ہیں)۔ اس کام کو انجام دینے کے لئے نقیب کو ذہنی فکری عملی طور پر پوری طرح یکسو ہونا چاہیئے۔ رسولؐ نے جب مدینہ کے مسلمانوں سے عقبہ کی گھاٹی میں بیعت لی اور اس موقع پر موجود صحابہؓ کے مشورے سے ۱۱۲ اصحاب کو نقیب مقرر فرمایا تو ان ۱۱۲ اصحاب سے اس بات پر عہد لیا تھا کہ وہ اپنی قوم کے جملہ معاملات کے کفیل ہوں گے (ذمہ داری نبھائیں گے) اس کی متابعت میں نقیب کو چاہیئے کہ اپنے انتخاب کے بعد بستی کے تمام مرد و خواتین کا اجتماع / جلسہ بلائے اور اس میں علی الاعلان بستی میں اسلامی ماحول بنانے کا عہد کرے۔ یہ کام پوری کوشش سے خالص اللہ کے لئے انجام دے اور اسی کے ساتھ عوام سے بھی معروف میں نقیب کی اطاعت کا عہد لیا جائے۔

☆ اس اہم موقع پر جو بستی کی زندگی میں پہلی مرتبہ شریعت پر چلنے چلانے کا عہد ہو رہا ہے پوری ملت سے اجتماعی توبہ کرائی جائے۔ اب تک کی گزری زندگی پر ندامت سے اللہ سے معافی چاہیں اور آئندہ اللہ اور رسول کے حکموں پر چلنے کا عہد اور اللہ سے مدد کی دعا مانگیں اس لئے کہ توبہ سے اللہ خوش ہوتا ہے۔ اور رحمت کے فیصلے فرماتا ہے۔

☆ نقیب ملت کو چاہیئے کہ مہینہ میں ایک بار لازماً پوری بستی کا دورہ رکشت کرے گھر گھر جا ئے اس موقع پر بستی کے اہم ذی اثر اصحاب یا اگر شوری ہو تو مجلس شوری کے اراکین کو ساتھ لئے اس موقع پر عوام میں درج ذیل باتوں کو رکھے۔

☆ مسلمانوں کی ہمت بندھائے حوصلے بلند کرے ان کی مایوسی کو دور کرے۔ کیوں کہ ملکی اور عالمی حالات نے مسلمانوں کو اندر سے خوف زدہ کر دیا ہے ہر طرف مایوسی طاری ہے عوام تو عوام خواص بھی حوصلہ چھوڑ رہے ہیں عزت و سرفرازی کے دور دور تک امکانات نظر نہیں آرہے ہیں ایسے ہی حالات میں حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل سے پہلا خطاب فرمایا تھا۔ تو یہ فرمایا تھا فرعون اور اس کے لشکروں سے خوف مت کھاؤ بلکہ:

وَقَالَ مُوسَىٰ يَقُومُ مَنِي إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِينَ (یونس : ۸۴)

”اے میری قوم کے لوگو! اگر تم واقعی اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اس پر بھروسہ کرو اگر تم مسلمان ہو۔“

حقیقت یہ ہے کہ اللہ پر اس کی تمام صفات کے ساتھ ایمان اصل قوت کا سرچشمہ ہے۔ جو مومن اللہ پر سچا ایمان رکھتا ہے وہ کسی فرعون نمرود سے نہیں ڈر سکتا اور نہ آج امریکہ کی طاقت سے اور نہ سنگھ پر یوار کی سازشوں سے گھبرا سکتا ہے۔ اللہ پر ایمان اور اس پر توکل (بھروسہ کرنا) سے مومن میں حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں بھی اللہ پر توکل کی تعلیم بار بار دی گئی ہے۔ اور صحابہ نے سخت مشکل حالات میں اللہ کے بھروسے پر بڑی کامیابیاں حاصل کی ہیں:-

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ط وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (التغابن: ۱۳)

”اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی خدا نہیں لہذا ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔“

وَدَعُ أَذْهَمُ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ط وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا (احزاب: ۴۸)

”(ان دشمنوں کے) ستانے کی کچھ پرواہ مت کرو اور اللہ پر بھروسہ کر لو اللہ ہی اس

بات کے لئے کافی ہے کہ آدمی اپنے معاملات اس کے حوالے کر دے۔“

ملت کو ہر قسم کی تکلیف دے کر قتل و قید اور لوٹ مار کر آرمایا جا چکا ہے۔ ترقی کے تمام دروازے بند کر کے آرمایا جا چکا ہے۔ مگر پھر بھی ملت اپنے دین اور ایمان پر قائم ہے دوسروں میں ضم نہیں ہو گئی۔ اس لئے اب

نشانہ یہ ہے کہ ملت کے حوصلوں کو پست کر دیا جائے۔ ہمتوں کو توڑ دیا جائے عزم کو ختم کر دیا جائے۔ اس لئے اس کا مقابلہ اللہ پر توکل سے اللہ سے وابستگی سے ہی ہو سکتا ہے اس کا بدل کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔

یہی بات ایک مصنف نے اس طرح لکھی ہے:

توکل علی اللہ بے عملی اور تعطل کے لئے کوئی سہارا نہیں ہے

بلکہ توکل علی اللہ مشکلات و مصائب میں عزم و عمل کا سہارا ہے۔

آج مسلمانوں میں توکل اور تدبیر کا توازن ختم ہو گیا ہے کچھ لوگ ہیں جو بہت دعائیں مانگتے ہیں مگر حالات کو بدلنے کے لئے زرہ برابر بھی کوشش نہیں کرتے اور بعض لوگ ہیں جو ملت کے حالات کو بہتر بنانے کے لئے بہت جدوجہد کرتے رہتے ہیں مگر کبھی عاجزی سے ہاتھ اٹھا کر اللہ سے مدد نہیں مانگتے۔ یہ دونوں طرز عمل غلط ہیں صحیح توکل اور تدبیر اللہ کے رسول کے عمل سے سیکھنے کی ضرورت ہے۔ جب مکہ کے سرداروں نے قتل کا منصوبہ بنا دیا اور آپ کو ہجرت کی اجازت مل گئی آپ سیدھے نکل کر مدینہ کے راستے پر نہیں چل پڑے بلکہ مخالف سمت دور جا کر ایک بلند پہاڑ کے اوپر ایک غار میں چھپ گئے.... کیوں؟ کیا اللہ پر توکل نہیں تھا؟ تھا بے شک مگر اللہ ہی کا حکم تدبیر و کوشش کا بھی ہے اس لئے آپ نے تدبیر فرمائی۔ مگر دشمن تعاقب کرتا ہوا وہاں پر بھی پہنچ گیا اور ابوبکر صدیق نے تشویش ظاہر کی تو آپ نے فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا، غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ یعنی پوری تدبیر ہوشیاری سے کرنے کے باوجود بھروسہ تدبیر پر نہیں ہے بلکہ بھروسہ توکل اللہ پر ہے۔ یہ مزاج ملت کا بنانے کی شدید ضرورت ہے۔

اس لئے نقیب اپنے دورے میں پہلا کام یہ ضرور کرے بلکہ مسجدوں میں جمعہ کے خطابات میں اور دوسرے اہم مواقع پر اس موضوع کو مسلسل خطاب کیا جاتا رہے تاکہ بستی کے مسلمانوں کا موریل بلند ہو سکے۔

☆ اور اس کے ساتھ ساتھ لوگوں کو اللہ سے ڈر کر آخرت کو یاد رکھتے ہوئے زندگی گزارنے نماز کی پابندی کرنے اچھے اخلاق اختیار کرنے اپنے بچوں کو مسجد کے مکتب کی تعلیم کے لئے بھیجنے اپنے گھروں کو اسلام کا قلع بنانے اپنی آپسی شکایتوں کو پولیس اسٹیشن نہ لیجا کر شرعی پنچایت میں لانے مرد و خواتین کو ماہانہ اصلاحی اجتماع میں شریک ہونے اپنی بستی کو اسلامی مثالی بستی بنانے کے کام

میں تعاون کرنے کی دعوت دے۔ لوگوں کی خیر خیریت معلوم کرے بیماروں کی عیادت کرے۔ اس دورے رگشت سے بستی کے عوام کو یہ احساس ہوگا کہ ہمارا بھی کوئی ذمہ دار ہے جو ہمارے گھر تک چل کر آتا اور ہماری خیریت معلوم کرنے کے لئے حضرت عمر کی طرح گلیوں میں پھرتا ہے اس سے عوام میں جوش عمل پیدا ہوگا نیکی کی رغبت ہوگی انشاء اللہ۔ نقیب کا یہ ایک ماہانہ دورہ بہت دور رس نتائج کا حامل ہے اس کی پابندی ضروری ہے۔

☆ نقیب کی ذمہ داری ہے کہ بستی کے مسلمانوں کے آپسی تنازعات کا شریعت کی روشنی میں فیصلہ کرنے کے لئے ایک شرعی پنچایت قائم کرے۔ اور اس کے لئے شریعت کا علم رکھنے والے معاملہ فہم پختہ عالم کا انتظام کر لے۔ سہولت کے لحاظ سے مہینہ میں ایک یا دو اجلاس ہو سکتے ہیں۔

☆ بستی کا سروے کرائے صاحب نصاب اور ناداروں کی فہرست تیار کرائے

☆ چھوٹے بچوں اور بچیوں کے لئے صبحی اور شبینہ مکتب چلانے کا نظم کرے۔

☆ نوجوانوں کے لئے بعد عشاء تعلیم بالغان کا نظم کرے۔

☆ نوجوانوں میں جسمانی ورزش اور فنی صلاحیت کے لئے جگہ اوزار اور انسٹرکٹر کا انتظام کرے۔

☆ ہر مہینہ مرد و خواتین کا اصلاحی عنوان پر اجتماع کا انعقاد کرنے کے لئے مقررین کا اور دوسری ضروریات فراہم کرے

☆ ایک اسلامی ذہن سازی کرنے والی کتابوں کی لائبریری کا نظم کرے۔

ان تمام کاموں کے کرنے کے لئے دلیل اور تفصیل آگے اسی آیت کی تشریح میں آرہی ہے۔ یہاں صرف نقیب کی ذمہ داری کے ضمن میں تذکرہ کر دیا گیا ہے۔

نقیب کے نظام کا پہلا کام: نماز باجماعت کا قیام

لئن اقمتم الصلوٰۃ (المائدہ: ۱۲)

ملت کی حفاظت و صیانت اور ترقی کا پہلا اور سب سے اہم کام، پوری ملت کو نماز باجماعت کا پابند

بنانا ہے یہ دینی و ملی بیداری کا خدائی نسخہ ہے۔ باجماعت نماز میں دو چیزیں ہیں ایک مسجد دوسری نماز چونکہ بنی اسرائیل میں بگاڑ کی وجہ سے نماز باجماعت کا نظام ختم ہو چکا تھا جس کے نتیجے میں ان کی اجتماعیت بکھر گئی تھی اور اللہ سے تعلق کمزور ہو گیا تھا جب کہ یہ دونوں کام ملی وجود کو زندہ رکھنے کے لئے ایمان کو تازہ رکھنے کے لئے ضروری ہیں۔ اس کے بعد ہی حالات کا مقابلہ کرنے کے بارے میں سوچا جاسکتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو وحی کے ذریعہ بنی اسرائیل کو پہلا عملی کام نماز باجماعت کا ہی دیا۔ جیسا کہ ارشاد ہے:-

وَاَوْحَيْنَا اِلٰی مُوسٰی وَاَخِيْهِ اَنْ تَبُوَ الْقَوْمَ مَكْمًا بِمِصْرَ يُّوْتًا وَّاجْعَلُوْا
يُّوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِمُوا الصَّلٰوةَ ج وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (یونس: ۸۷)

”اور ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی کو وحی بھیجی کہ مصر میں چند مکان اپنی قوم کے لئے فراہم کر لو اور اپنے ان مکانوں کو قبلہ ٹھہرا لو اور نماز قائم کرو اور اہل ایمان کو بشارت دے دو۔“

(۱) دین میں مسجد کا مقام

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کی ذلت و غلامی کے دور میں ان کی مساجد شہید کر دی گئی ہوں گی اس لئے چند مکانوں کو حاصل کر کے بطور مسجد استعمال کرنے اور وہاں بنی اسرائیل کو جمع ہو کر نماز ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔

حضرت محمد ﷺ کو بھی نبوت کے فوری بعد نماز کی تاکید ہوئی تھی۔ اور آپ ہجرت فرما کر جب مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں جانے کے بعد سب سے پہلا کام آپ نے مسجد کی تعمیر ہی کا انجام دیا اس سے دین میں مسجد کا مقام معلوم ہوتا ہے۔ پھر آپ نے مسجد کو نہ صرف نماز کا مقام بلکہ دین کے اور دوسرے بہت سارے تقاضے پورے کرنے کا مرکز بھی بنادیا۔ چنانچہ وہاں درج ذیل امور انجام پاتے تھے:

☆ نماز باجماعت (مرد و خواتین)..... اللہ کی عبادت

☆ جمعہ کا خطبہ..... ملت کی ایمانی تربیت

☆ مدرسہ صفہ..... دینی تعلیم

- ☆ خواتین کو بھی جمعہ وعیدین کی نمازوں میں شرکت کا موقع فراہم کرنا کیوں کہ معاشرے میں اکثر بدعات و فضولیات کی رسمیں ان کی وجہ سے ہی باقی ہیں۔
- ☆ نماز تراویح سکون سے پڑھنے کا نظم کرنا تیز بھاگ بھاگ قسم کی تلاوت کو ختم کرنا۔ ایک دوراتوں میں مکمل قرآن ختم کرنے کے رواج کو بند کرنا۔
- ☆ رمضان کی طاق راتوں میں طویل قیام کی نماز کا اہتمام کرنا نہ کہ طویل تقاریر کا۔
- ☆ بعد فجر قرآن کی تفسیر پڑھ کر سنانے اور بعد عشاء حدیث کا ترجمہ سنانے کا اہتمام کرنا۔
- ☆ چھوٹے لڑکے لڑکیوں کو قرآن پڑھنا سکھانے کے لئے صبح/شام کے مکتب چلانا، مکتب کے لئے قابل اساتذہ کا انتظام کرنا۔
- ☆ معلمین کو اچھی تنخواہیں دینا۔ قرآنی تعلیم کے علاوہ بچوں کو مختلف دعائیں، نماز اور دینی اخلاق سکھانے کا نصاب بنانا اس کے مطابق امتحان لینا کامیاب طلباء طالبات کو انعامات سے نوازنا۔ بچوں کو رٹانے کے علاوہ سمجھانے کا کام بھی کرنا ہفتہ وار نوری محفل کے ذریعہ اسلاف کے واقعات اخلاقی کہانیوں وغیرہ کا بچوں کی عمر و ذہنیت کے لحاظ سے مناسب پروگرام بنانا۔ آج کے بچے کل کے بڑے ہیں۔ ان بچوں کا ذہن ٹی وی سے اور ماحول سے خراب ہو رہا ہے اور اسکولی تعلیم مادہ پرست بنا رہی ہے۔ اس لئے اس تھوڑے سے وقت میں مکتب سے جو کچھ سیکھے گا وہی اس کے لئے اصل سرمایہ ہے اس لئے اس کا صحیح انتظام اہم کام ہے۔
- ☆ تعلیم بالغان کا نظم کرنا جس میں ان لڑکوں کو جو کالج جاتے ہیں یا محنت مزدوری کرتے ہیں ان کو رات میں بعد عشاء قرآن سکھانا۔ دین کی باتیں سکھانا، ضرور المسلمین سکھانا، ان کے اندر رسول سے سچی محبت پیدا کرنا، آخرت کی فکر پیدا کرنا۔ اسلام سے واقفیت، تاریخ اسلام سے دلچسپی پیدا کرنا۔ ان نوجوانوں کو بری عادتوں سے بچانا ان کو جسمانی اور ایمانی دونوں اعتبار سے طاقت ور بنانے کی کوشش کرنا یہاں تک کہ وہ پختہ عمر کو پہنچنے کے بعد اسلام کے سپاہی اور رسول کے شیدائی اور فدائی بن سکیں۔ چونکہ کالجوں کی تعلیم مادہ پرستانہ ہے۔ ماحول کے اثرات میں لادینی اور بد اخلاقی ہے اور خاندانوں میں تربیت کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ ایسے میں ملت کی نوجوان نسل کے بگاڑ کو دور کرنے کی ہمہ

- ☆ شرعی عدالت..... تنازعات کے فیصلے
- ☆ ملت کے اہم مسائل پر مشاورت کے اجلاس..... ایوان حکومت
- ☆ حاجت مندوں میں تقسیم مال..... بیت المال
- ☆ خوشی کے کام..... محفل نکاح
- ☆ غم کا کام..... جنازے کی نماز
- ☆ زخمی مجاہدین کا علاج..... دواخانہ
- ☆ نوجوانوں کی دلچسپی کا مشغلہ عید کے روز ہتھیاروں کے کرتب کا مظاہرہ... صحن مسجد میں
- ☆ غیر ملکی وفد اور سفراء سے ملاقات کا مرکز..... صدارتی محل
- ☆ اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء اسلام میں مسجد دراصل دین و ملت کا مرکز تھی جہاں دینی سماجی سیاسی تعلیمی وغیرہ ہر قسم کے کام انجام پاتے تھے۔
- ☆ آج بھی اگر ہم مسجد کے اس اصلی اسلامی کردار کو بحال کرنے کے لئے کام کریں تو ملت میں زبر دست تبدیلی آسکتی ہے۔ مسجدوں کو اللہ تعالیٰ نے شعائر اسلام قرار دیا ہے جس کا مطلب ہے اسلام کی علامت یا نشانی۔ گویا مسجد کے لفظ یا مقام سے پورا اسلام وابستہ ہے۔

عملی کام

مسجدوں کے سلسلے میں درج ذیل کام انجام دینا چاہیئے۔

- ☆ مساجد کمیٹیوں کے عہدیداروں کا اسلامی آداب کے ساتھ صاف شفاف انتخاب۔
- ☆ شریعت کے معیار کے مطابق لائق امام و خطیب اور خوش الحان مؤذن مقرر کرنا۔
- ☆ امام و خطیب اور مؤذن کو معقول مشاہرہ دیکر دوسری مصروفیات سے فارغ کر دینا۔
- ☆ جمعہ کے خطبہ کو موثر بنانا، دین کی صحیح ترجمانی کرنے والے، حالات حاضرہ میں اسلام کے تقاضے سمجھانے والے، اصلاح معاشرہ کے پہلوؤں کا احاطہ کرنے والے، اسلامی اخلاق سکھانے والے، آخرت کی یاد دلانے والے جامع اور متعین وقت کے اندر مختصر و مفید انداز سے خطبہ دینے کا نظم کرنا۔ خطبہ جمعہ کی دراصل امت کے لئے وہی حیثیت ہے جو کمزور آدمی کے لئے گلو کوڑی کی ہے۔

جہتی کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ اس میں تعلیم بالغان ایک بنیادی چیز ہے اس کو موثر اور دلچسپ بنانا ضروری ہے۔

☆ مسجد میں بیت المال قائم کرنا اور پوری بستی کی زکوٰۃ جمع کر کے بستی کے غریبوں میں تقسیم کرنا۔ (اس کا ذکر آگے آ رہا ہے)

☆ مسجد میں شرعی عدالت قائم کرنا اور بستی کے مسلمانوں کے آپس کے اختلافات کو مسجد میں ہی حل کرنا۔ (اس کی تفصیل بھی آگے آ رہی ہے۔)

☆ مسجد سے ملحق لائبریری قائم کرنا۔

نقیب ملت حتی الامکان مساجد کمیٹیوں کے کام اور نظم میں مداخلت نہ کرے البتہ مساجد کے انتظامیہ کو اعتماد میں لے کر ملت کے ان کاموں کو وہاں انجام دینے کی کوشش کرے۔ ورنہ کام شروع ہوتے ہی مساجد کے ذمہ دار اپنے لئے خطرہ نہ محسوس کر لیں۔

۲) نماز باجماعت کی پابندی

نماز کا مقام دین میں وہی ہے جو انسان کے جسم میں دل کا مقام ہے۔ اس لئے کہ نماز اللہ کا پہلا حق ہے۔ ہمارا تعلق ماں باپ سے قوم قبیلے سے بعد میں ہے پہلے اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ملت کے سارے کام بعد میں ہیں مگر ملت کے خالق کی عبادت پہلے۔ اگرچہ کہ اس عبادت کو بھی اللہ نے مومنین کے فائدوں سے بھر دیا ہے۔

حضرت موسیٰ کو طور پر پہلی بار اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا اور پیغمبری عطا فرمائی تو اس میں سب سے پہلا حکم نماز کا ہی دیا۔ حضرت محمد ﷺ کو نبوت دینے کے بعد پہلا حکم نماز کا ہی دیا گیا تھا۔ اسی طرح سے موسیٰ کو بنی اسرائیل کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا تو پہلا عملی کام نماز باجماعت کا ہی دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ نماز کسی کو معاف نہیں ہے۔ نہ مسافر کو نہ بیمار کو نہ میدان جنگ کے سپاہی کو ہر حال میں کسی نہ کسی طرح ادا کرنا ہی پڑے گا مسافر کو آدھی نماز بیمار کو اشاروں کی نماز اور سپاہی کو پاؤں نماز۔ خدا نا خواستہ کبھی چھوٹ جائے تو بھی معاف نہیں ہے۔ بلکہ قضا پڑھنا ہوگا اتنی تاکید کی آخر کچھ تو وجہ ہوگی۔ مگر افسوس کہ آج ملت کے ۸۰ فی صد لوگ بے نمازی ہیں۔ اس لئے ہمیں بھی ملت کی اصلاح اور درستی کا

کام نماز سے ہی شروع کرنا ہوگا کیوں کہ قرآن کے مطابق تمام قسم کی برائیوں اور بے حیائیوں سے بچانے والا عمل نماز ہی ہے۔ مصیبتوں میں استقامت کا ذریعہ بھی نماز ہی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں نماز قائم کرنے کی تاکید تقریباً ستر مرتبہ آئی ہے اتنی تاکید کسی دوسرے عمل کی نہیں آئی ہے۔ اللہ کو علم ہے کہ نماز بندوں کے اندر غیر معمولی تبدیلی پیدا کرنے والی چیز ہے۔ نماز اولین فریضہ ایمان بھی ہے اور اولین محاسبہ فی الاعمال بھی قیامت کے دن اسی کا ہونا ہے۔

نماز بدنی عبادت کی جامع شکل ہے اس میں بندے کے جسم کے تمام اعضاء اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ نماز ایمان اور کفر کے درمیان فرق کرنے والی چیز ہے۔ نماز اللہ کے رسول کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے مومنوں کے لئے نور ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اہل ایمان کی تربیت و تنظیم کا موثر عمل ہے۔ مسلمانوں میں نماز کے ذریعہ یکجہتی محبت پیدا ہوتی ہے۔ وقت کی پابندی، صفائی و طہارت کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ نظم و ڈسپلن کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ غریب امیر عالم جاہل امیر و مامور مل کر باجماعت نماز پڑھنے سے انسانی مساوات پیدا ہوتی ہے ان میں سے ایک ایک چیز بڑی نعمت ہے قدر کرنے کی ضرورت ہے۔ پابندی کی ضرورت ہے۔ اس لئے بھی کہ شیطان اور اس کی ذریت بڑی مہارت سے گمراہی پھیلانے کے نئے نئے طریقے نکال رہے ہیں۔ ان کا فریب اور دنیا کا جادو انسانوں پر چل رہا ہے نتیجہ میں انسان آخرت سے غافل ہو کر بے مقصد زندگی گزارنے لگا ہے۔ ان سب کا علاج اللہ نے نماز کے نسخہء شفا میں رکھ دیا ہے۔

عملی کام

ملت میں جو لوگ نماز کے لئے محنت کر رہے ہوں ان کا اس کام میں بھرپور تعاون کیا جائے۔ ان کا بھرپور ساتھ دیا جائے۔ اور ان سے تعاون ملت کے لئے لیا جائے۔

بچوں کو مسجد کی عادت ڈالی جائے۔ سات سال کے بچوں کو نماز کی تاکید اور دس سال کے بعد نماز نہ پڑھنے پر تادیب کی جائے۔ مساجد میں آنے والے بچوں کو ان کی غلطیوں پر ڈانٹ ڈپٹ کے بجائے پیار سے سمجھایا جائے۔

- ☆ اذان کے بعد ہر قسم کے کاموں کو ترک کرنے کی عادت ڈالی جائے۔
- ☆ نماز کے لئے جاتے ہوئے اپنے ساتھیوں، پڑوسیوں کو متوجہ کرنے کی عادت ڈالی جائے۔
- ☆ گھروں میں کھانا کھانے آرام کرنے کے اوقات نماز کے اوقات کے لحاظ سے مقرر کئے جائیں۔
- ☆ ہر قسم کے تقریبات کے اوقات میں نماز کے اوقات کا خیال رکھا جائے۔ کہ یہ اہم تقریب ہے۔
- ☆ بستی کے میدان میں بچوں کو اذان کے ساتھ کھیل ختم کرنے کی عادت ڈالی جائے۔
- ☆ بستی کے اسکولوں کالجوں میں نماز گاہ کا نظم کرایا جائے اور نماز پڑھائی جائے۔
- ☆ نماز کے بہت ہی پابند مصلیوں کو سالانہ ایوارڈ دیئے جائیں تاکہ دوسروں کو رغبت ہو اور نماز کی قدر افزائی ہو۔ مثلاً ”عباد اللہ“
- ☆ نماز کے پابند بچوں کو اور اچھے اخلاق والے بچوں کو بھی ایوارڈ دیئے جائیں تاکہ دوسرے بچوں میں بھی نیکی میں سبقت کا جذبہ پروان چڑھے۔
- ☆ بے نمازی لوگوں کو معاشرے کی ذمہ داریوں کے عہدے نہ دیئے جائیں۔
- ☆ بستی کے بچوں کو حافظ عالم بنا کر بلا معاوضہ امامت و خطابت کا مزاج بنایا جائے۔ اس سے مسلمانوں میں بڑی اصلاح ہوگی۔ اسلام میں مسجد کی امامت اور بستی کی قیادت باہم جڑی ہوئی ہے۔ مگر مریز زمانہ کی وجہ سے ہمارے پاس دین و دنیا کی تقسیم ہوگئی جس کی وجہ سے مساجد میں پیشہ ور اماموں کا رواج ہو گیا ہے اور بستی میں خود ساختہ لیڈروں کا رواج ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ سے ملت کی اصلاح و ترقی رکی ہوئی ہے۔

☆ جمعہ کی نماز کا خاص اہتمام کرنا۔ لوگوں میں جمعہ کی اہمیت بتلانا یہ دن دراصل ملت کے اجتماع کا دن ہے بلکہ پوری ملت کے مسنون اجتماع کا دن ہے دوسرے تمام اجتماعات لوگوں کے مقرر کئے ہوئے ہیں مگر جمعہ کا اجتماع اللہ کے رسول کا مقرر کیا ہوا ہے۔ حضورؐ نے اس کے آداب اور اصول مقرر فرما دیئے ہیں۔ اس لئے جمعہ کی نماز اور خطبہ کی قدر و حفاظت اور موثر بنانے کی کوشش کرنا۔ چونکہ بنی اسرائیل

نے سنیچر کے دن کے خصوصی احکام کو پامال کیا تھا ہمیں جمعہ کو ضائع کرنے کے جرم سے بچنا ضروری ہے۔ اللہ کے رسولؐ کے دور میں منافقین بھی (جو کہ اصلاً دل سے ایمان نہیں لائے تھے) نماز کی پابندی کرتے تھے کیوں کہ بے نمازی کا مسلمان سمجھا جانا متصور ہی نہیں تھا۔ مسجد اور نماز کی اس اہمیت کے پیش نظر اور آگے آرہے دوسرے احکامات کے پیش نظر ہندوستان میں مسلمانوں کو کسی ایسے مقام پر گھر بنا کر نہیں رہنا چاہیئے جہاں مسجد نہ ہو اور نقیب کا نظام نہ ہو بلکہ ان مقامات سے ہجرت کر کے مسجد اور نقیب کے نظام والی جگہ منتقل ہو جانا چاہیئے۔

نقیب کے نظام کا دوسرا کام زکوٰۃ کا اجتماعی نظم

(واتیتم الزکوٰۃ)

قرآن مجید میں تقریباً ہر جگہ نماز اور زکوٰۃ کا ایک ساتھ ذکر آیا ہے۔ نماز بدنی عبادت ہے اور زکوٰۃ مالی عبادت ہے۔ حضورؐ سے پہلے کے تمام پیغمبروں کو بھی نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا گیا تھا زکوٰۃ سے مال پاک ہوتا ہے۔ اور معاشرے سے غربت دور ہوتی ہے۔ ملت کی معیشت کو مستحکم کرنے کا آسان اور کامیاب خدائی نسخہ ہے۔ اگر اس پر شریعت کے تقاضوں کے مطابق صحیح عمل کیا جائے تو مسلمانوں کی غربت کا چند برسوں میں خاتمہ ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں کو قرضوں سے نجات مل سکتی ہے اور ریزرویشن کی بھیک مانگنے کی نوبت بھی نہیں آتی۔

نقیب ملت کی ذمہ داری ہے کہ اپنی بستی رحلہ میں زکوٰۃ کی وصولی اور خرچ کا اسلامی طریقہ اختیار کرے۔ یہ کام ملت کی ترقی کا اہم کام ہے۔

عملی کام

- ☆ بیت المال قائم کیا جائے۔ حتی الامکان بستی کی مسجد میں قائم ہو اور اس کا نام ”ملی بیت المال“ ہو۔
- ☆ پوری بستی کا مکمل سروے کیا جائے
- ☆ صاحب نصاب (مالداروں) اور مسکین و محتاج لوگوں کی فہرست بنالی جائے۔ (اگر

جامع قسم کی معلومات کا سروے بھی ہو تو بہت بہتر ہے۔)

☆ مالداروں کو پابند کیا جائے کہ اپنی زکوٰۃ ملی بیت المال میں جمع کرائیں۔ البتہ (اپنے قریبی رشتہ داروں کو خود ہی پہنچائیں)

☆ دوسرے علاقوں سے زکوٰۃ کی وصولی کے لئے آنے والوں کو دینے پر پابندی لگا دی جائے۔ کیوں کہ اس کی وجہ سے بستی کے مقامی مستحقین محروم رہ جاتے ہیں۔ نیز اللہ کے رسول کا حکم بھی یہی ہے کہ بستی کے مالداروں سے وصول کرنا اور وہیں کے ناداروں میں تقسیم کرنا۔ (حدیث)

☆ زکوٰۃ کے نام پر ناقص کپڑے بانٹنے کے رواج کو ختم کر دیا جائے بلکہ زکوٰۃ بیت المال میں جمع کرانے کی عادت ڈالی جائے۔

☆ مالداروں میں خیر خیرات (انفاق و صدقات) کے جذبے کو پروان چڑھانا اور ناداروں میں صبر و شکر کا جذبہ پیدا کرنا۔

☆ زکوٰۃ کی رقم مسکینوں اور محتاجوں میں فوری تقسیم کر دینا مال کو روک کر تھوڑا تھوڑا دینا۔

☆ اگر ممکن ہو سکے تو مسکینوں محتاجوں کو مستقل ماہانہ وظائف کا نظم کرنا۔

☆ بیت المال کا حساب کتاب صاف شفاف رکھنا اور باضابطہ عوام کے سامنے پیش کرتے رہنا۔

نقیب ملت کو بہت سے کام انجام دینے کی ذمہ داریاں ہیں۔ اس لئے مناسب ہوگا کہ کسی معتبر شخص کو بیت المال کا ذمہ دار بنادیا جائے۔

اگر نقیب ملت کے نظام میں زکوٰۃ کے نظم کے ساتھ جمعہ کے خطبوں اور عام جلسوں وغیرہ کے ذریعہ فضول خرچی کی مذمت اسراف پر نکیر کی جاتی رہے اور توازن و اعتدال کا مزاج بنایا جاتا رہے تو چند برسوں میں پوری بستی سے غربت کا خاتمہ ہو کر ایک مثال قائم ہوگی۔

موجودہ زمانے میں غربت کا مسئلہ ساری دنیا کو اپنی پلیٹ میں لے چکا ہے دنیا کی آبادی کا ۱/۴ حصہ خوشحال ہے ۳/۴ آبادی غربت کی سطح پر یا اس سے بھی نیچے زندگی گزار رہی ہے۔ عالمی پیمانے پر سب سے زیادہ غربت مسلمانوں میں ہے جب کہ پیٹروں جیسی قیمتی دولت بھی مسلم ممالک میں ہی

بکثرت پائی جاتی ہے مگر نالائق حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کی بنا پر غریب عوام کو اس قدر قریبی ملک کی دولت میں سے حصہ نہیں ملتا اور بیشتر مسلم حکمرانوں کے شکاری کتے اور باز آسودہ ہیں مگر انسان بھوکے ہیں۔ ان فاقہ زدہ لوگوں کی مدد کر سچیں حکومتیں کرتی ہیں اور اس کے نتیجے میں کفر پھیلاتی ہیں۔

اگر نقیب ملت کے نظام میں رہنے والے مالدار مسلمان اپنے مالوں میں سے ناداروں کا حق صحیح طور پر نکالیں تو یہ اللہ کے حکم وفقی اموالہم حق للسائل والمحروم (ان کے مالوں میں سائل اور محروم کا حق ہے۔ الزاریات: ۱۹) کی تعمیل بھی ہوگی اور معاشرے سے غربت کا خاتمہ کا سبب بھی ہوگا۔

نقیب کے نظام کا تیسرا کام: تجدید ایمان

(رسولوں پر ایمان لانا: آمنتہم برسلی. المائدہ: ۱۲)

چونکہ یہ یثاق بنی اسرائیل سے لیا گیا تھا جس سے ہم استدلال کر رہے ہیں اور بنی اسرائیل میں مسلسل پیغمبروں کی آمد کا سلسلہ جاری تھا جو تورات کی تعلیمات ہی کو قائم کرنے کے لئے آتے تھے اس لئے ان پر ایمان لاتے رہنے انکی حمایت و نصرت کرتے رہنے کا عہد لیا گیا۔ اب آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آنے والا ہے اس لئے ہمارے لئے یہ حکم سابق تمام پیغمبروں پر ایمان کے ساتھ خاص کر حضور پر ایمان کی تجدید کے بطور ہوگا۔

اگرچہ اللہ، آخرت، فرشتوں، کتابوں اور رسولوں پر ایمان لانا مومن کہلانے کے لئے ضروری ہے مگر یہاں صرف رسولوں پر ایمان کی تاکید اس لئے ہے کہ بنی اسرائیل پہلے سے تمام ایمانیات کے قائل تھے جیسے کہ ہم مسلمان بھی تمام چیزوں پر ایمان رکھتے ہیں جو بیان ہوئی ہیں مگر اس ایمان کے باوجود بگاڑ میں مبتلا تھے ایسی ملت کی اصلاح و تربیت کا اصل ذریعہ اور صحیح بنیاد رسول وقت پر ایمان کی تجدید کرنے میں ہی ہے۔

مثلاً قرآن کے کسی حکم کو سمجھنے میں علماء میں اختلاف ہو سکتا ہے مگر اس حکم پر اللہ کے رسول نے کس طرح عمل کیا یہ معلوم کر لیا جائے تو اختلاف ختم ہو جائے گا، اسی طرح آج مسلمانوں میں دین کی الگ الگ تعبیر پائی جاتی ہے کوئی اسے ایک روحانی نظام سمجھتا ہے اور نتیجہ میں زمین کے نیچے یا آسمان کے اوپر

سے متعلق کر دیتا ہے۔ کوئی اسے چند مراسم عبودیت تک محدود سمجھتا ہے نتیجتاً پابندی سے نماز روزہ زکوٰۃ حج کے مراسم ادا کرنے کے بعد زندگی کے دوسرے تمام معاملات کو اپنی مرضی یا دوسروں کے طریقہ پر چلاتا ہے۔ اس طرح بے شمار اختلافات موجود ہیں ان سب کا حل صرف ایک چیز میں ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے آخری رسول پر سچا ایمان لائیں اور اس ایمان کے تقاضے پورے کرنے والے بن جائیں۔ رسول پر ایمان کے تقاضے درج ذیل ہیں:

☆ رسول کی کامل اطاعت کرنا (النساء : ۵۹ اور ۶۵)

☆ رسول کی کامل اتباع کرنا (آل عمران : ۳۱)

☆ رسول سے محبت کرنا (حدیث : مشکوٰۃ)

☆ رسول کی حمایت و نصرت کرنا (الاعراف : ۱۵۷)

اگر ان تقاضوں کو ہم پورا کرنے والے بن جائیں تو ہر کام کا رخ رسول کے طریقہ پر مڑ جائے گا اور اختلاف ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد ان معاملات و مسائل میں جن کے بارے میں رسول نے کوئی واضح رہنمائی نہیں دی ان میں ائمہ کرام کے فتوؤں پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ اور چونکہ ائمہ کئی ہیں ان کی رائے اپنے اپنے فکر و فہم کے لحاظ سے الگ الگ ہو سکتی ہے مگر یہ اختلاف دین کا اختلاف نہیں کہلائے گا ایسا اختلاف تو صحابہ کرام میں بھی پایا جاتا تھا۔ یہ اختلاف پھوٹ اور انتشار کا سبب نہیں بن سکے گا بشرطیکہ ان ائمہ کے چاہنے والے حضرات امام صاحبان کو رسول پر ترجیح نہ دیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ رسول پر ایمان تو ملت کو متحد کرنے کا بنیادی سبب ہے اللہ کی عبادت و اطاعت کا مستند راستہ ہے لہذا ہم اپنے معاملے کو اللہ کے رسول کے ساتھ درست کر لیں اپنے آپ کو مکمل حضور کے حوالے کر دیں آپ کی سرکار سے جو حکم آئے سر تسلیم خم کر دیں آپ کی جانب سے جو اشارہ ملے اس پر سر جھکانے بلکہ سر نکادینے کے لئے تیار رہیں کیوں کہ آپ پر ایمان لائے بغیر دنیا میں صحیح راستہ نہیں مل سکتا اور نہ آخرت میں جنت مل سکتی ہے۔

بنی اسرائیل میں ایک بگاڑ یہ بھی تھا کہ وہ اللہ کی کتاب کے بعض احکام کو مانتے تھے اور بعض کو نہیں مانتے تھے یہ بیماری ہمارے اندر بھی آگئی ہے چنانچہ ہم میں بہت سے لوگ ہیں جو قرآن اور حضور کے

بعض احکام کو مانتے اور ان پر عمل کرتے ہیں مگر بہت سے دوسرے احکام کی پرواہ نہیں کرتے۔ چنانچہ اب ہمارے پاس حضور کی سنتیں صرف کھانے پینے، سونے جاگنے، طہارت وضو، نماز قربانی حج اور مرنے کے بعد کفن و دفن تک محدود ہو گئی ہیں اور زندگی کے بہت سے دوسرے کاموں یعنی اخلاق معاملات تجارت معیشت معاشرت سیاست حکومت وغیرہ میں حضور کی سنتیں کیا ہیں معلوم تک نہیں کرتے عمل کرنا تو دور کی بات ہے۔ یہ بگاڑ نہایت خطرناک ہے اس کے نتیجے میں آخرت کا نقصان ہے ہی مگر دنیا میں بھی اس کی وجہ سے ذلت و محکومی مسلط ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اس وقت ہمارا حال ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَفْتَوْمُنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ
ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلَى
اَشَدِّ الْعَذَابِ (البقرة : ۸۵)

”کیا تم کتاب کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصے کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ پھر تم میں سے جو لوگ ایسا کریں ان کی سزا اس کے سوا کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلیل و خوار ہو کر رہیں اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی طرف پھیرے جائیں۔“ جس طرح یہ آیت اللہ کی کتاب کے بعض حصے کو ماننے اور بعض حصے کا انکار کرنے پر دنیا کی ذلت و محکومی اور آخرت کے بڑے عذاب کی دھمکی دے رہی ہے اسی طرح اللہ کے رسول کے احکام کے ساتھ یہ رویہ اختیار کرنے کا انجام بھی یہی ہو سکتا ہے۔ اللہ بچائے۔

اس لئے ہمیں اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہنے کی ضرورت ہے۔ خدا نخواستہ کوئی عمل ہم سے ایسا نہ ہو جائے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کے خلاف ہو۔ موجودہ حالات میں ملک بھر میں بلکہ دنیا کا سارا ماحول ہمارے ایمان کے لئے ناسازگار بلکہ نقصان دہ بنا جا رہا ہے اس لئے ہمیں اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہنے کی ضرورت ہے صحابہ کرام سے بڑھ کر کون ایمان والے ہو سکتے ہیں مگر وہ بھی ہمیشہ اپنے ایمان پر نفاق کا شبہ کرتے تھے اور پھر ایمان کی تجدید کرتے رہتے تھے اللہ کے رسول نے آخری زمانے کے بارے میں ایک پیشگوئی فرمائی ہے کہ:

فتنے رات کے تاریک ٹکڑوں کی طرح پھیل جائیں گے آدمی صبح موئن اٹھے گا اور شام ہوتے ہوئے کافر ہو جائے گا۔ (ح)

یعنی حالات تیزی سے بدلتے رہیں گے جس کی وجہ سے کمزور ایمان والے اپنے ایمان کی حفاظت نہیں کر سکیں گے اور ان سے ایسے کام سرزد ہو جائیں گے جس سے ایمان سلب ہو جائے گا (اللہم احفظنا)

موجودہ دور ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے صبح سویرے ہمارے بچے اسکولوں کو جاتے ہیں تو وہاں شریک الفاظ پڑھتے ہیں اور شام مسجد کے مکتب میں جاتے ہیں تو وہاں کلمہ پڑھتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ ایمان کی تجدید کی جاتی رہے۔ اسی طرح ملت کے کئی افراد اپنی جان بچانے کی خاطر ایمان کے خلاف کئی کام انجام دے رہے ہیں۔

عملی کام

اس کے لئے انفرادی طور پر ہر ایک مسلمان کو درج ذیل کام انجام دینا مفید رہیگا:

☆ باجماعت نماز کا اہتمام۔ نوافل کا اہتمام اور خطبہ جمعہ کو توجہ سے سننا۔

☆ روزانہ پابندی سے قرآن مجید کی تلاوت کرنا کچھ حصہ ترجمہ و تفسیر سے پڑھنا

☆ روزانہ پابندی سے رسول کی کم از کم ایک حدیث ترجمہ سے پڑھنا۔

☆ دینی لٹریچر کا مطالعہ کرنا۔

☆ صبح شام کے اذکار مسنونہ کا اہتمام کرنا۔

☆ ہمیشہ با وضو رہنے کی کوشش کرنا۔

☆ دینی اجتماعات میں شرکت کرنا۔ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنا۔

☆ پوشیدہ خیرات کرنا۔ کبھی کبھی قبرستان جا کر موت یاد کرنا۔

☆ سوتے وقت دن بھر کا محاسبہ کرنا۔

انشاء اللہ اس سے ایمان میں تازگی ہوگی۔

نقیب ملت ایمانی تازگی کے لئے ان باتوں کا اہتمام کرے:

بستی میں ماہانہ اصلاحی خطاب و تذکیری وعظ پابندی سے منعقد کرے۔ اس میں مردوں کے علاوہ خواتین کی شرکت کا بھی نظم کرے۔ دوسرے شہروں سے اچھے مقررین اور واعظین کو بلایا جائے۔ متعین عنوانات پر خطاب کی دعوت دی جائے اگر مقررین مختلف جماعتوں اور مسلکوں سے بھی ہوں تو اچھی بات ہے اس سے دوریاں ختم ہوتی ہیں اگر خطاب کے بعد سوال جواب بھی رکھے جائیں تو اور بھی فائدہ ہو سکتا ہے۔

جمعہ کا خطبہ/خطاب ہمارے ایمان کو تازہ کرنے کا دینی نسخہ ہے۔ جو رسولؐ نے مقرر فرمایا ہے۔ اس لئے عربی خطبے کے علاوہ اردو یا مقامی زبان میں موثر خطاب کرنے والے خطیب کا انتظام کرے۔ خطیب کو بستی کے حالات سے واقف کراتے ہوئے ایمانی تقاضوں پر اور حالات حاضرہ میں رہنمائی پر خطاب کروائے۔

روزانہ مسجد میں فجر کی نماز کے بعد قرآن کی تفسیر اور عشاء کی نماز کے بعد حدیث کی تشریح پڑھ کر سننے کا مستقل اہتمام کرے۔

گلیوں میں نمایاں مقامات پر بلیک بورڈ آویزاں کر کے اس پر ہر ہفتے قرآنی آیات کا ترجمہ احادیث کا ترجمہ لکھوائے۔

قرآن کو اچھی آواز میں صحیح قراءت کے ساتھ پڑھنے سے سننے سے ایمان بڑھتا ہے۔ (الانفال: ۲) اس لئے قراءت کے پروگرام رکھوائے۔

انشاء اللہ بستی میں اگر ان چیزوں کا چلن ہوگا تو یقیناً ایمان میں تازگی اور اضافہ ہوگا۔ مگر اسکے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ مخالف ایمان والے کاموں سے پوری طرح بچتے رہیں ورنہ کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

نقیب کے نظام کا چوتھا کام

حمایت اسلام (وعزرتموہم: المائدہ: ۱۲)

آیت میں بنی اسرائیل سے عہد لیا جا رہا ہے کہ رسولوں پر ایمان لانے کے بعد ان کی حمایت و نصرت کرتے رہنا۔ اسی طرح ہمیں بھی حضورؐ کی حمایت و نصرت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جو آگے آرہا ہے۔

عملی کام

نیکو کا حکم برائی پر روک لگانا

مقامی حالات اور اپنے وسائل کو سامنے رکھتے ہوئے درج ذیل کام انجام دیئے جائیں:-

☆ مسلمانوں میں شریعت کا علم پھیلانا۔ شریعت پر عمل کا جذبہ پیدا کرنا۔ شریعت کی کھلی خلاف ورزی سے روکنے، بستی کی اجتماعی طاقت استعمال کرنا۔ شریعت کے اوپر ہونے والے حملوں کا معقول جواب دینا۔ الغرض شریعت کی حفاظت اور حتی الامکان شریعت کو بستی پر نافذ کرنے کی کوشش کرنا۔

☆ معاشرے میں پائے جانے والی فرسودہ رسومات توہمات بدعات اور خوشی و غمی کے مواقع پر ہونے والے غیر شرعی کاموں سے منع کرنا۔

☆ شادی بیاہ کے موقع پر لڑکی والوں سے ناجائز مطالبات اور شان و شوکت کے اظہار کی فضول خرچی کو روکنا۔ سادگی کو رواج دینا۔

☆ بے حیائی، بے پردگی، آوارگی، فحاشی، ناچ گانا، ٹی وی کلچر، بیوٹی پارلر کلچر، فیشن پرستی، لہو و لعب کے تمام کام اور بے مقصد کھیلوں سے روکنا۔

☆ شراب، جوا، لائٹری، ویڈیو گیمس اور دوسرے فحاشی کے اڈے اور خمار کے اڈے بند کرانا۔ یہ اور اسی طرح کے دوسرے ممنوعات سے روکنے کے لئے پہلے ذہن سازی کرنا۔ اس کے لئے مردوں عورتوں کی اصلاحی ماہانہ اجتماعات کرنا۔ ان میں مختلف جماعتوں اور مسلکوں کے قابل مقررین کو خطاب کی دعوت دینا خطاب آسان زبان میں دل نشین انداز میں شریعت کے مختلف موضوعات پر کرنا۔ ہمیشہ ایک ہی مقرر اور لمبی تقریروں سے لوگ اکتا جاتے ہیں اس کا لحاظ رکھنا۔ اجتماعات میں حاضری کو یقینی بنانے کے لئے خوب محنت کرنا۔ جب تک عوام کے دل میں آخرت کا استحضار پیدا نہ ہو برائیاں نہیں چھوٹی اور جب تک اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت پیدا نہ ہو نیک کام پر آمادگی پیدا نہیں ہوتی۔ اس لئے ان موضوعات کو بھی بار بار بدل بدل کر رکھنا چاہیئے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں بار بار

رسولوں کی حمایت و نصرت کیا ہے؟ یہی ہے کہ وہ جس مشن کے لئے دنیا میں تشریف لاتے ہیں اس کام میں ان کی مدد و نصرت کی جائے۔ اور یہ بات قرآن سے ثابت ہے کہ اللہ نے اپنی کتاب محض تلاوت کے لئے نازل نہیں فرمائی ہے بلکہ اس کو قائم کرنے کے لئے نازل فرمائی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو محض وعظ سنانے کے لئے بھیجا نہیں بلکہ اللہ کے دین کو قائم کرنے وغالب کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ اللہ کے رسول نے اس کام کی ابتداء دعوت و تبلیغ صبر و صلوة سے کی ہے تو اس کی انتہا جہاد و قتال کے ذریعہ سیاست و حکومت کے قیام پر مکمل ہوئی ہے تب جا کر اسلام غالب ہوا اللہ کی شریعت نافذ ہوئی اور انسانوں کو عدل و قسط کے آسمانی اصولوں کا تجربہ ہوا۔ اس پورے کام کی مدد تمام شعبوں کی مدد حمایت اسلام ہے۔

حمایت اسلام (و عزرتهموہم: اور ان رسولوں کی حمایت کرنا)

اصلاً یہ حکم بنی اسرائیل کو ان کے اندر آنے والے پیغمبروں کی مدد و نصرت کا ہے اب ہمارے لئے حضرت محمد ﷺ کی حمایت و نصرت کا ہے جیسا کہ سورۃ الاعراف آیت ۱۵۷ میں واضح طور پر موجود ہے۔

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ
أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ .

”اب جو لوگ اس نبی اور رسول پر ایمان لائیں گے ان کی حمایت و نصرت کریں گے اور جو نور ان پر نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کریں گے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“

حمایت اسلام کے دو پہلو ہیں (۱) اسلام پر عمل کرنا (۲) اسلام کے لئے ہر قسم کا جہاد کرنا جس کام کے لئے دنیا میں اللہ کے رسول تشریف لائے وہ تمام کام کرنا اس میں شامل ہیں۔ رسولؐ کی بعثت کے مقاصد مختصر درج ذیل ہیں:

دعوت دین۔ تبلیغ دین۔ تعلیم دین۔ اقامت دین۔ غلبہ دین۔ قیام عدل و انصاف۔ ام ———
بالمعروف و نہی عن المنکر۔ جہاد بالقرآن و جہاد بالسيف۔ الغرض حمایت اسلام کا کام ایک وسیع الاطراف کام ہے اور نقیب ملت کے نظم کو دیئے گئے منصوبہ کا سب سے جامع کام اسی شق میں ہے۔

آخرت کا ذکر آتا ہے اور اللہ کی نعمتوں کا ذکر آتا ہے۔

بستی میں ایک مدت تک ماہانہ گشت/ دورہ وعظ و نصیحت کے جلسے و اجتماعات پھر پابندی سے جمعہ کے خطبوں میں ان امور پر روشنی ڈالتے رہنے کے باوجود بھی کچھ لوگ فضولیات اور بدعات و گناہوں کے کام نہ چھوڑیں تو ایسے لوگوں کی دعوت طعام قبول نہ کی جائے۔ ایسے ہی جہیز و جوڑے کے مطالبات والی شادی کی تقریب کا بائیکاٹ کیا جائے۔

اگر بستی کا کوئی فرد اعلانیہ حرام کاروبار میں ملوث ہو تو اس کو اس سے باز رکھنے کی پوری کوشش کی جائے۔ (متبادل کی نشاندہی امکاناً کچھ مدد کا پیشکش اگر ممکن ہو) پھر بھی نہ ماننے والوں سے آخر کار سلام کلام بند کر دیا جائے۔ نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا جائے۔

شرعی عدالت ملی کورٹ

ملی کورٹ کے نام سے بستی کی مسجد میں ایک شرعی پنچایت قائم کی جائے۔ اس کام میں مدد کے لئے مسلم پرسنل لا بورڈ سے مدد لی جائے۔

آپسی تنازعات کو شریعت کی روشنی میں طے کیا جائے۔ شرعی فیصلہ کرنے کے لئے مہینہ میں ایک دن کسی عالم دین کو جو معاملہ فہم بھی ہو کہیں سے فراہم کر لیا جائے اور نقیب اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ اس پنچایت میں شریک ہو۔ جن اصحاب کا تصفیہ زیر سماعت ہو اگر وہ کسی مخصوص مسلک یا مخصوص جماعت کے نظریات رکھتے ہوں اور ملی پنچایت کے عالم سے مطمئن ہونے کا امکان نہ ہو تو (ان کے) پسند کے مسلک والے مدرسہ سے یا ان کی پسند کی جماعت سے دوسرے عالم یا معاملہ فہم قائد کو بلا کر فیصلہ کرایا جائے۔

عام طور پر شرعی پنچایت میں شریعت کے مطابق فیصلہ کے لئے مظلوم افراد ہی تشریف لاتے ہیں ظلم کرنے حق دبا لینے والے نہیں آتے۔ اور اگر آج بھی جائیں تو فیصلہ پر عمل درآمد نہیں کرتے۔ اس روش کا علاج کرنا ضروری ہے۔ اس طرح کے لوگوں کو شریعت کا فیصلہ تسلیم کرنے اور عمل درآمد کرنے پر مجبور کرنے کے لئے ملی پنچایت پوری بستی کے مسلمانوں کا دباؤ استعمال کرے۔ شرعی فیصلہ نہ ماننے والے کے گھر کے سامنے بستی کے ذی اثر اصحاب دھرنہ دیکر بیٹھ جائیں اور اسے آنے جانے سے روک دیں۔

ظلم کرنے والے اکثر شرعی پنچایت میں حاضر بھی نہیں ہوتے۔ ان کو پنچایت میں لانے کے لئے مجلس شوریٰ اور ملت کے مضبوط جسم والے ساتھی کی خدمات حاصل کرنا ضروری ہے۔

ظالم کا ہاتھ پکڑنا اور اسے ظلم سے روکنا مظلوم کا حق دلانا یہ خالصتاً دینی کام ہے اس کو ترک کر دینے سے بستیوں پر اللہ کی پھینکا رہتی ہے۔ شریعت کی روشنی میں انصاف کرنا رسول کی سنت ہے اس سنت کو زندہ کرنا حمایت اسلام کا اہم کام ہے۔ آج کے بے دینی کے ماحول کی وجہ سے میاں بیوی کے جھگڑے طلاق و خلع کے مسائل بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں اور آپس میں بغض و حسد کی وجہ سے لڑائی جھگڑے ایک دوسرے کا نقصان کر دینے کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اور ان معاملات کو پولیس اور عدالت کے ذریعہ حل کرانے میں کافی دقت اور پریشانی وقت کا ضیاع پیسے کی بربادی اور ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ملت کو اس بیماری سے نجات دلانا ضروری ہے۔

نقیب ملت اس اہم کام کو پوری یکسوئی سے شرعی پنچایت/ ملی پنچایت کے ذریعہ حل کرنے کی پوری کوشش کرے اور بستی کے کسی بھی مسئلے کو پولیس اسٹیشن اور عدالت نہ جانے دے۔ جو لوگ ملی پنچایت کو تسلیم نہ کرتے ہوں ان کا پوری بستی بائیکاٹ کرے۔ کیوں کہ یہ دراصل اللہ و رسول سے بغاوت ہے جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے:-

وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (المائدہ: ۴۴)

”اور جو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ کافر ہیں۔“

تعلیم کو عام کرنا

علم کا نمبر ایمان سے پہلے ہے (فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) جان لو کہ بے شک کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے۔ (سورہ محمد: ۱۹) اور سب سے پہلی وحی علم اور قلم اور پڑھنے اور سکھانے کے باری میں ہی نازل ہوئی

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ﴿۱﴾ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ

﴿۲﴾ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ﴿۳﴾ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ

مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴿۵﴾

”پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو خون کی پھٹکی سے پیدا کیا پڑھو اور تمہارا رب بڑا مکرم ہے جس نے قلم کے ذریعہ سکھایا وہ علم سکھایا جو انسان نہ جانتا تھا۔“ (علق ۱ تا ۵)

اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے معلم بنا کر بھیجا ہے۔

اسلام علم کا دین ہے بغیر علم کے کوئی آدمی صحیح مسلمان نہیں بن سکتا۔ اس لئے بھی ملت کے اندر علم کو عام کرنا ضروری ہے کیوں کہ حضورؐ نے فرمایا طلب العلم فریضة علی کل مسلم (صحیح مسلم) علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ لکھنا پڑھنا بجائے خود علم نہیں ہے بلکہ حصول علم کا ذریعہ ہے۔ علم کی دو قسمیں ہیں ایک علم اللہ اور اس کے احکام کو جاننے کا ہے تاکہ اللہ سے تقویٰ والی زندگی گذاری جاسکے اور نتیجہ میں آخرت کی کامیابی حاصل ہو۔ یہ علم فرض ہے اسے پڑھ کر یا سن کر حاصل کیا جاسکتا ہے دوسرا علم اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کے استعمال سیکھنے کا ہے تاکہ اس کے ذریعہ دنیا کی زندگی میں فائدہ حاصل کیا جائے۔ یہ علم حاصل کرنا مباح ہے اس کی تعلیم اسکولوں کالجوں میں دی جاتی ہے چونکہ ملت کو آخرت کی کامیابی کے ساتھ دنیا میں عزت و وقار بھی حاصل کرنا ہے اس لئے دونوں علوم کے حصول کی کوشش کرنا ضروری ہے۔

عملی کام

☆ تعلیم کو عام کرنا۔ وسائل کی کمی کی وجہ سے کوئی تعلیم حاصل کرنے سے محروم نہ رہ جائے۔ ایسے طلباء و طالبات کو ملی بیت المال سے امداد دیکر پڑھانے کی کوشش کرنا۔
☆ چھوٹے بچوں کو بچپن میں نوکری کے لئے مجبور نہ ہونے دینا۔ ان کے ماں باپ سے مل کر ان کی مجبوری معلوم کرنا اور اسے دور کرنے کی کوشش کرنا۔

☆ مسجد میں صبحی و شبینہ مکتب چلانا صبح میں قرآن و دین کی بنیادی باتوں کی تعلیم کا نظم کرنا۔ اور شام میں اردو حساب انگریزی سکھانا۔ تاکہ یہ نو عمر بعد میں اپنے بل پر آگے بڑھ سکیں۔ آج

کل اگر کسی کو لکھنا پڑھنا آ جاتا ہے تو وہ اوپن یونیورسٹی کے امتحان دے کر ڈگری بھی حاصل کر سکتا ہے۔
☆ نوجوانوں کے لئے جو کہ دن میں معاشی مصروفیت میں مشغول رہتے ہیں۔ تعلیم بالغان کا نظم کرنا اس کا ایسا نصاب بنانا کہ نوجوانوں کو قرآن اردو انگریزی پڑھنا لکھنا آجائے۔ اور تاریخ اسلام سے واقفیت ہو جائے اسلام کے تقاضے معلوم ہو جائیں۔ عملاً ایک مسلمان کو صبح سے شام تک جو کام، انجام دینا پڑتا ہے وہ سب اسلام کے مطابق انجام دے سکے۔

☆ ملت کے جو بچے پچیاں اسکولوں اور کالجوں میں اچھا رابٹک لائیں ان کو انعامات دے کر دوسروں میں اچھا پڑھنے کا جذبہ پیدا کرنا۔

☆ اسکول کالج کے طلباء و طالبات کو خصوصی کوچنگ کا انتظام کرنا اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی اسلامی ذہن سازی بھی کرنا بری عادتوں سے بچانا۔

☆ بستی میں دینی لائبریری قائم کرنا دینی کتب کے علاوہ اس میں عام معلومات کی کتب اور اخبارات و رسائل بھی فراہم کرنا تاکہ لوگوں کو حالات حاضرہ سے بھی واقفیت ہوتی رہے۔

☆ بچوں کو انکی عمر کے لحاظ سے گروپس بنا کر کھیل کود کے مقابلے کرانا اس سے مہارت پیدا کرنا۔ اچھے کھلاڑیوں کو انعامات دینا۔

☆ نوجوانوں میں قرأت نعت اور اذان کے علاوہ تقریر کے مقابلے منعقد کرنا اور اس پر انعامات دینا۔

☆ بچوں میں عالم فاضل حافظ بننے کا شوق پیدا کرنا۔ ذی حیثیت اصحاب اپنے بچوں میں سے کم از کم ایک کو عالم فاضل بنانے کی کوشش کریں تاکہ بستی کو مقامی ذی علم و ذی حیثیت خطیب و امام ایسا میسر آجائیں جو امامت کی تنخواہ کا محتاج نہ ہوں اور اپنے علم کے تقاضے عملاً پورے کرنے والے ہوں جب ایسے افراد بستی میں پیدا ہونے لگیں گے تو پھر بستی کا نقیب اور خطیب الگ الگ افراد نہیں ہوں گے بلکہ لوگ ایسے خطیب کو بستی کا سردار بنالیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ قیادت مسجد سے اور ملت کی خدمت سے پیدا ہوتی۔

☆ نقیب ملت نظم کے تحت بستی میں اگر دینی مدرسے ایک سے زائد ہوں تو دونوں

☆ بستی کے غیر مسلموں سے سہ ماہی کانٹیکٹ کو ٹوٹنے نہ دیا جائے اس لئے کہ بعض شریکین ایسی حرکتیں کر سکتے ہیں کہ ہماری باہم گفتگو کی کوئی میٹنگ ہی نہ ہونے پائے ایسی حرکتوں کو کامیاب نہ ہونے دینا چاہیے۔ ان غیر مسلموں میں جو حد سے زیادہ کٹر ہو اور بلانے پر بھی نہ آتا ہو تو اس کو چھوڑ کر دوسروں پر کام کرنا چاہیے۔

☆ بستیوں میں اکثر لڑائی جھگڑا عام طور پر معمولی معمولی باتوں پر ہو کر بڑے فساد کی شکل اختیار کر لیتا ہے اس لئے اگر مستقل غیر مسلموں کے اہم لوگوں سے ربط ضبط رہے تو اس کی بنا پر فساد پر قابو پانا آسان ہوتا ہے۔ دین پہنچانے کے لئے حضور مگہ کے کٹر سے کٹر کافر کے پاس کئی کئی بار تشریف لے گئے تھے۔

☆ بستی کے مجبور و نادار بے سہارا معذور غیر مسلموں کی مالی امداد کرنا چاہیے۔

☆ بستی کے عمومی بھلائی کے کاموں مثلاً نل، لائٹ، سڑک، ڈریج اور چمن وغیرہ کے مسائل میں غیر مسلموں سے تعاون لیا اور دیا جائے۔

الغرض نقیب ملت کے نظام میں چوتھا کام حمایت اسلام کا کام ایک وسیع الاطراف کام ہے اس میں مسلمانوں میں دین کا علم پھیلانا۔ مسلمانوں کو شریعت کا پابند بنانا۔ شریعت کی خلاف ورزی کرنے والوں کی اصلاح کی کوشش نا کام ہو جائے تو ان سے باز کاٹ کرنا مسلمانوں کے آپسی تنازعات کے حل کی شرعی پہنچایت قائم کرنا اور انصاف کرنا۔ تعلیم کو عام کرنا غیر مسلموں کو دعوت دینا۔ ان تمام کاموں کے ذریعہ بستی کو مثالی بستی بنانا ملت کو اسلام کا شیدائی بنانا ہے تاکہ لوگوں کو اسلام کے دنیاوی برکات کا مشاہدہ ہو سکے۔ اور اس کام کے ذریعہ سے ہم اپنی ملی ذمہ داری شہادت حق شہداء علی الناس (البقرہ: ۱۴۳) سے کسی حد تک سبکدوش ہو سکیں۔

نیز وقت آنے پر بستی کے عوام اسلام کے سیاسی عزائم کی مخالفت نہ کر سکیں اسلام کو خطرناک دہشت قرار دینے کے عالمی ماحول میں اسلام کی خوبیوں کے دفاع میں کھڑے ہو سکیں۔ اپنا وزن اسلام کے پلڑے میں ڈال سکیں۔ چونکہ موجودہ دور ”جمہوری دور“ ہے اس دور کی خصوصیت یہ ہے کہ کسی بھی بستی کے عوام جو چاہیں وہ بات منوا سکتے ہیں۔ عوام کے مطالبے کو مقامی ایم ایل اے اور ایم پی تاہد

مدرسوں کا نصاب ایک قسم کا بنوانے اور ان کا امتحان بھی ایک ہی قسم کے پرچوں کے ذریعہ سے منعقد کرانے کا اہتمام کرانا تاکہ معیار برقرار رہے۔ یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ ملک بھر میں دینی مدرسوں کا ہر جگہ الگ الگ نصاب ہے اور ہر جگہ کا امتحان کا معیار الگ الگ ہے۔ بعض جگہ بالکل سطحی قسم کی معلومات والوں کو بھی عالم کی سند دی جاتی ہے۔ دینی مدارس میں انگریزی زبان کو سکھانے کا رواج ڈالنا چاہیے تاکہ ہمارے عالم کو دنیا میں اپنی بات رکھنے کا سلیقہ آ سکے۔

دعوت

حمایت اسلام کے کاموں میں سے نہایت اہم دین کی دعوت کا کام ہے۔ حضور مگی سب سے پہلی سنت ہے۔ تمام پیغمبروں کا عمل ہے ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ جو کچھ اسے معلوم ہے دوسروں تک پہنچا دے۔

اگر ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کے دور میں حکومتی سطح پر یہ کام انجام دیا گیا ہوتا تو آج حالت کچھ اور ہوتی۔ مگر ہماری ہی طرح ہمارے حکمران بھی اس کام سے غافل رہے۔

عملی کام

☆ اپنی بستی میں موجود غیر مسلموں سے دعوتی روابط قائم کرنے کے لئے ان کے سنجیدہ سمجھدار افراد کو کم از کم تین مہینہ میں ایک مرتبہ چائے کی دعوت (ٹی پارٹی) پر مدعو کر کے اور اپنی بستی کے ذی علم و سنجیدہ افراد کے ساتھ ان غیر مسلموں کی بیٹھک ہو اس میں اسلام کا تعارف اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں غلط فہمیوں کا ازالہ اور حالات حاضرہ پر تبصرہ شامل رکھا جائے ان سے بھی سنا جائے اور ان کو بھی سنایا جائے۔

☆ دلچسپی کا مظاہرہ کرنے والے خوشی خوشی شرکت کرنے والے اور سمجھنے کی خاطر سوالات کرنے والوں کو نظر میں رکھا جائے اور ان سے بعد میں ملاقات کر کے پڑھنے کے لئے اسلامی لٹریچر دیا جائے اور آہستہ آہستہ اسلام کی دعوت دی جائے شرک کی برائی واضح کی جائے۔

نقیب کے نظام کا پانچواں کام دفاع ملت

اللہ کو قرض حسن دینا: اقرضتم اللہ قرضاً حسناً۔

یعنی اللہ کے دین کی حفاظت و اشاعت کے لئے خرچ کرنا۔

قرآن مجید میں زکوٰۃ و صدقات میں مال خرچ کرنے کے علاوہ اللہ کو قرض دینے کی بات جہاں بھی بیان ہوئی ہے وہاں اس سے مراد افراد پر خرچ کرنا نہیں ہے بلکہ دین کے تقاضوں پر خرچ کرنا مراد ہے۔ خاص کر جہاد کے لئے خرچ۔

بنی اسرائیل کو دیئے گئے منصوبہ میں پہلے رشتہ داروں یتیموں مسکینوں کا حق ادا کرنے کا ذکر آچکا ہے پھر الگ سے زکوٰۃ کا بیان بھی ہو چکا ہے اسی طرح والدین سے سلوک پر خرچ کا ذکر بھی آچکا ہے اس کے بعد یہ فرمانا کہ اللہ کو قرض حسن دیتے رہنا اللہ کے دین کی حفاظت و اشاعت پر خرچ کرنا یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرنا ہے۔ اگرچہ یہاں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے واضح طور پر جہاد کرتے رہنا نہیں فرمایا ہے بلکہ اس کے لئے خرچ کرتے رہنا فرمایا ہے اس سے جہاد کی تیاری میں لگے رہنے کا مفہوم متبادر ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں بنی اسرائیل کو ارض مقدس حاصل کرنے کے لئے جنگ لڑنے کا واضح حکم بھی دیا جا چکا ہے۔ اور بنی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کو بھی واضح طور پر جہاد و قتال کا حکم قرآن میں دیا گیا موجود ہے اور اس کی تیاری میں مال خرچ کرنے کے لئے بھی ”اللہ کو قرض حسن“ کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔ جیسا کہ سورہ الحدید میں آیت الہی میں ارشاد ہوا ہے:

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضْعِفَهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ .

”کون ہے جو اللہ کو قرض دے؟ قرض حسن! تاکہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا کر واپس

دے اور اس کے لئے بہترین اجر ہے۔“

اللہ کو قرض حسن جہاد فی سبیل اللہ کے لئے خرچ ہے۔ اس لئے اس شق کے تحت جہاد کے موضوع پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اس لئے انتظامیہ کو بھی ماننا پڑتا ہے۔ (الا ماشاء اللہ)

اس کے ساتھ اہم بات یہ بھی ہے کہ اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کا نزول بھی ان بستیوں میں ہی ہوتا ہے جہاں مسلمان مل جل کر اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہوں نیکیوں کو پھیلاتے اور برائیوں سے روکتے ہوں اور نماز قائم کرتے ہوں ان پر اللہ کی رحمت ضرور نازل ہوتی ہے جیسا کہ سورہ التوبہ آیت ۱ میں بیان ہوا ہے۔

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

ط أَلَيْسَ سَيَرَحْمَهُمُ اللَّهُ ط إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۱۷﴾

”مومن مرد اور مومن عورتیں، یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمت نازل ہو کر رہے گی۔ یقیناً اللہ سب پر غالب اور حکیم اور دانا ہے۔“

فی زمانہ ہم لوگوں سے اللہ کی رحمت دور ہو گئی ہے کیوں کہ ہم ان شرطوں کو پورا نہیں کر رہے ہیں۔ اس لئے ہر جگہ ذلیل و خوار کئے جا رہے ہیں۔ اگر مسلمان اپنی بستیوں میں نقیب کا نظام قائم کر کے حمایت اسلام کے ان کاموں کو انجام دیں تو یقیناً اللہ کی رحمتیں عنایتیں نازل ہوں گی۔ اور دوسرے لوگ اس بستی میں آکر قیام کرنا چاہیں گے۔ پولیس کہے گی اس بستی کے اس نظام کی وجہ سے اس کو وہاں سے کوئی شکایات ہی نہیں آتیں بجلی کے محکمہ کو بجلی کی چوری کی شکایت نہیں ہوگی۔ وہاں عورتیں زندہ جلائی نہیں جائیں گی۔ وہاں بچوں سے مزدوری نہیں لی جائیگی۔ وہاں بوڑھوں کی عزت ہوگی وہاں پڑوسیوں پر ظلم نہیں ہوگا۔ وہاں بھوک کی وجہ سے کوئی ہلاک نہیں ہوگا۔ وہاں قرضہ کی پریشانی سے کوئی خودکشی نہیں کرے گا۔ وہاں اغوا قتل زنا جیسے جرائم نہیں ہونگے کیوں کہ سب کے دلوں میں اللہ کا ڈر اور حساب کا خوف ہوگا یہ بستی مدینہ طیبہ کے ماڈل پر چلنے والی بستی ہوگی انشاء اللہ۔

جہاد فی سبیل اللہ

جہاد کا حکم حضرت موسیٰ کو بھی دیا گیا تھا اور حضرت محمد ﷺ کو بھی دیا گیا ہے۔ جہاد قیامت تک باقی رہیگا جیسا کہ رسولؐ نے ارشاد فرما دیا ہے:

لن يبرح هذا الدين قائماً يقاتل عليه عصابة من المسلمين حتى تقوم

الساعة (مسلم)

یہ دین ہمیشہ قائم رہیگا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کے لئے لڑتی رہے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔

اس لئے کوئی جماعت کوئی حکومت یا کوئی شخص جہاد کو منسوخ نہیں کر سکتا۔ نماز روزہ چھوٹ جائے تو ان کی قضا ہو سکتی ہے لیکن جہاد چھوٹ جائے تو ملت ہی کی قضا آجاتی ہے اس لئے مسلمان کی صرف دو حالتیں ہوتی ہیں یا جہاد میں یا جہاد کی تیاری میں تیسری کوئی حالت نہیں ہے جس میں مسلمان زندگی گزارے۔

تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ط

ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (سورۃ الصف آیت ۱۱)

”ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولؐ پر، اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے

اور اپنی جانوں سے یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔“

جہاد اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے یعنی اللہ کا آرڈر چلے اس کا حکم نافذ ہو جائے فتنہ و فساد کا خاتمہ ہو ظلم و استحصا کا خاتمہ ہو کر عدل و انصاف قائم ہو جائے۔ لوگوں کو اللہ کے پسندیدہ دین اسلام پر چلنے کی مکمل آزادی مل جائے اور جو اس دین کو قبول کرنا چاہیں تو اسے کوئی روکاؤ نہ ہو۔ اسی لئے جب تک دنیا میں ناحق، باطل، فتنہ و فساد اور ظلم و استحصا باقی ہے اس وقت تک جہاد بھی لازمی طور پر ضروری ہوگا۔ یہ کام پیغمبروں کے بھیجے جانے کے مقاصد میں سے ایک کام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ

بِالْقِسْطِ ج وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (الحديد : ۲۵)

”بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو روشن نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور ان پر کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہو جائیں اور ہم نے لوہا اتارا اس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لئے فائدہ۔“

چونکہ ظالم اور فسادی انسان وعظ و نصیحت سے کم ہی درست ہوتے ہیں اس لئے وعظ و نصیحت دعوت و تبلیغ کے علاوہ طاقت کا استعمال کر کے ان کو ظلم و فساد سے روک دینا اور مظلوموں کو ان کا حق دلا دینا نبیوں والا کام ہے اسی کا نام جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ لوہا تارنے کا ذکر اسی مناسبت کے لئے ہے۔ ☆ جہاد فی سبیل اللہ افضل ترین عبادت ہے اس میں مارے جانے والے شہید کہلاتے ہیں اور ان کو مرتے ہی خاص جنت ہے، گناہوں سے معافی ہے، ۷۰ عورین سے انکاباہ ہوتا ہے۔ ۷۰ لوگوں کے لئے ان کی سفارش قبول ہوتی ہے۔ ان کے لئے جنت کا سب سے اعلیٰ درجہ جنت الفردوس ہے۔

☆ جہاد و قتال کی آرزو رکھنے والا مومن ہے۔ اس کا خیال دل میں نہ لانے والا منافق

ہے۔ اس راہ میں مال خرچ کرنے والے کو سات سو گنا اضافہ ثواب کی بشارت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضورؐ اس کام میں مسلسل لگے رہنے بار بار قتل کئے جانے اور زندہ کئے جانے پھر قتل کئے جانے کی تمنا کیا کرتے تھے۔

☆ قرآن مجید میں مسلمانوں کو اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد میں حصہ

لینے کی تاکید آئی ہے حتیٰ کہ وسائل کی کمی اور خطرات میں گھرے ہوئے ہونے کے باوجود ہر حال میں جہاد کرنے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنے کی بھی تاکید آئی ہے۔

انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ط

ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (التوبة : ۴۱)

”نکلو خواہ ہلکے ہو یا بوجھل اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنی جانوں سے اور مالوں سے، یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔“
اور دوسری جگہ:

فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ ط يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ط ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ط (المائدہ: ۵۴)

”عنقریب اللہ ایسی قوم کو لائے گا جو اسے محبوب ہوگی اور وہ اس سے محبت کرتے ہوئے مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہونگے اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔“

☆ مدینہ کی زندگی میں حضورؐ نے پہلے دفاعی جہاد میں تین بڑی جنگیں بدر، احد اور خندق کی لڑیں پھر اقدامی جہاد شروع فرمایا تو خیبر، فتح مکہ، حنین، تبوک وغیرہ کے معرکے پیش آئے۔ ان جہادی مہموں کے علاوہ آپؐ نے کفار مکہ سے صلح بھی کی تھی جس کو صلح حدیبیہ کہا جاتا ہے اس یہ معلوم ہوا کہ جیسا موقع بھی پیش آجائے جہاد کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ چاہے دفاعی جہاد یا اقدامی جہاد یا دشمن کے مطالبے پر صلح۔

☆ دفاعی جہاد کی دلیل:

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ط (البقرہ: ۱۹۰)
”اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو۔“
وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْ قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ ذَفَعُوا ط (آل عمران: ۱۶۷)
”اور جب ان سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں قتال کرو یا دفاع کرو۔“

☆ اقدامی جہاد کی دلیل:

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ط (الانفال: ۳۹)
”اور ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے اور دین پورا صرف اللہ کے

لئے ہو جائے۔ (حکم اللہ کا چلنے لگ جائے)“

جہاد پر ابھارنے میں اس میں مال خرچ کرنے میں اس کی تیاری کرنے کے سلسلے میں بہت سی آیتیں قرآن مجید میں موجود ہیں جبکہ دو بڑی سورتیں الانفال اور التوبہ تو صرف اور صرف جہاد کے مسئلہ پر ہی نازل ہوئی ہیں۔

☆ ہندوستان میں جب تک پوری ملت نقیب کے نظام کے تحت مربوط ہونے کے بعد ملک گیر اساس پر ایک امیر یا خلیفہ کے ماتحت منظم ہو جانے کی منزل تک نہیں پہنچ جاتی اس وقت تک اقدامی جہاد کی کوئی کاروائی ممکن نہیں ہے۔ البتہ دفاعی جہاد آج بھی فرض ہے اور عملاً کیا بھی جاسکتا ہے۔ بلکہ کرنا چاہیئے۔ دفاعی جہاد نہ کرنے کی وجہ سے ہی تو مسلمان اس ملک میں نرم چارہ بن گئے ہیں اور ۲۵ کروڑ کی بہت بڑی تعداد میں ہونے کے باوجود بے وزن ہو گئے ہیں۔ ٹریننگ یافتہ ظالم قاتل فسادی لوگ مسلمانوں کی بستیوں کو چوطرف سے گھیر کر قتل عام کرتے عورتوں کی عزت لوٹتے گھروں کو آگ لگا دیتے ہیں۔ مسجدوں کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ مگر ان کو روکنے والا کوئی نہیں ہے۔ ایسے مظلوموں کی فریاد پر پہنچنے ان کی مدد کرنے ان ظالموں سے جنگ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو ابھارا ہے جو اس کی استطاعت رکھتے ہوں۔ جیسا کہ سورہ نساء آیت ۷۵ میں بیان ہوا ہے:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا۔

”تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کی راہ میں ان مظلوم مردوں عورتوں اور بچوں کے لئے نہیں لڑتے جو کمزور یا کردبا لیئے گئے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ خدا یا ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ایک مددگار اور ایک حامی بھیج دے۔“

اس آیت کا لب و لہجہ دفاعی جہاد کے لئے ابھارنے والا ہے اور ان مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لئے سینہ سپر کر دینے والا ہے ہندوستان بھر میں ہزاروں مرتبہ ہزاروں جگہ سے ایسی فریادیں بلند ہو چکی ہیں مگر افسوس ۲۵ کروڑ کی آبادی میں سے کوئی ان کی پکار کو نہیں پہنچ سکا! اس کی بنیادی وجہ جہاد

کے بارے میں یہ غلط فہمی ہے کہ تمام مسلمانوں کا جب تک کوئی امیر نہ ہو اور اس کا عام اعلان نہ ہو جہاد نہیں ہو سکتا۔

حالاں کہ یہ بات آدھا سچ ہے کیوں کہ یہ اقدامی جہاد کے سلسلہ کا حکم ہے دفاعی جہاد کے لئے نہیں۔ جبکہ جان و مال دین و عیال کو خطرہ لاحق ہو تو ہر حالت میں مقابلہ کرنا اور ان چیزوں کو بچانے کی کوشش کرنا شریعت کا حکم ہے اور یہ کام کرتے ہوئے مارے جانے پر شہید کا رتبہ دیئے جانے کی بشارت ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ارشاد رسولؐ ہے:

مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دَمِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دِينِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُونَ أَهْلِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ (ابو دائود ترمذی)

جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے اور جو شخص اپنی جان کی حفاظت کرنے میں مارا گیا وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے دین کی حفاظت کرنے میں مارا جائے وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے۔

نہ صرف حملہ کرنے والوں سے ایسے وقت مقابلہ کرنے کا حکم ہے بلکہ ایسے ظالم فساد یوں سے کسی بھی وقت بدلہ اور انتقام لینا جائز ہے جیسا کہ درج ذیل قرآن کی آیات سے معلوم ہوتا ہے:

وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ (الشوریٰ: ۳۹)
(جنتی مسلمان) وہ لوگ ہیں کہ جب ان پر ظلم و زیادتی کی جاتی ہے تو اس کا بدلہ لیتے ہیں۔
کیوں کہ مظلوموں کو بدلہ لینے کا حق اللہ نے دیا ہے۔

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ مَاعَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ (الشوریٰ: ۴۱)
جو لوگ ظلم سہنے کے بعد بدلہ لیں ان پر کوئی ملامت نہیں ہے۔

بلکہ یہاں تک فرمایا گیا ہے:-

فَمَنْ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا عَتَدَىٰ عَلَيْكُمْ ص (البقرہ: ۱۹۴)
جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی ان پر اُسی کے مثل زیادتی کرو جو تم کی ہے

ان تعلیمات پر عمل کرنے کے لئے پورے ملک کے مسلمانوں کا امیر مقرر ہونے تک انتظار میں

بیٹھے رہنا صحیح بات نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے لئے مسلمانوں کو ہر جگہ ہمیشہ اپنے دفاع کا خود مستقل بندوبست کر لینا اور تیار رہنا اور غفلت میں نہ رہنا ضروری ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

وَاعِزُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ (الانفال: ۶۰)

”اے مسلمانوں جہاں تک تمہارے امکان میں ہو تم لوگ جمع کر کے رکھو قوت، اور ہتھیار بند گھوڑے تاکہ اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو ہیبت میں ڈال دو۔“

البتہ جو لوگ مسلمانوں سے سیدھے رہیں ان سے لڑائی نہ چھیڑیں ان کو ان کے گھروں سے بے دخل نہ کریں تو ہم ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بلکہ ان سے بھلائی سے پیش آئیں۔ کیوں کہ یہی تعلیم قرآن مجید نے دی ہے۔

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (الممتحنہ: ۸)

”اللہ تم کو اس بات سے منع نہیں فرماتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا معاملہ کرو۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“

عملی کام

دفاعی جہاد دراصل تحفظ ملت کا قرآنی نسخہ ہے اور دفاع کی ضرورت کب اور کہاں پیش آجائیگی نہیں کہا جاسکتا اس لئے نقیب ملت کو لازم ہے کہ ملت کی حفاظت کے لئے ہستی کے تمام نوجوانوں کو اپنا دفاع کرنے کی عسکری تربیت کا انتظام کرے اور یہ کام اعلانیہ ہو۔ تاکہ دشمنوں کو معلوم ہو جائے کہ اب ہم بھی اپنے بچاؤ کی تیاری کر رہے ہیں اس سے دشمنوں کے آدھے حوصلے ختم ہو جائیں گے۔ نقیب ملت اس کے لئے باضابطہ مقامی پولیس اسٹیشن آفیسر سے تحریری اجازت بھی حاصل کرنے کی کوشش

کرے اجازت نہ ملنے پر اوپر تک قانونی لڑائی لڑے کیوں کہ اگر اس ملک میں ہندوؤں کو یہ حق مل سکتا ہے کہ وہ عسکری ٹریننگ حاصل کر سکیں تو مسلمانوں کو یہ حق کیوں نہیں مل سکتا؟ یہ حق حاصل کرنا ہوگا قانونی لڑائی لڑنا ہوگا۔ یہ واضح کرتے ہوئے کہ ہم کسی پر حملہ نہیں کرنا چاہتے کیوں کہ ہمارا قرآن ہم کو دوسروں پر ظلم ڈھانے سے روکتا ہے۔ مگر ساتھ ہی ہمیں قرآن ظلم سہنے سے بھی منع کرتا ہے۔

☆ بستی کے مرد و خواتین میں ہلکی ورزش، واکنگ، جاگنگ وغیرہ کی عادت ڈالی جائے۔

☆ بستی کے نوجوانوں میں جسم مضبوط بنانے ورزش کرنے کا شوق پیدا کیا جائے۔

☆ ورزش کا سامان جگہ اور استاد فراہم کیا جائے۔

☆ کرائے، لاٹھی، تلوار چلانا سکھایا جائے پتھروں سے دور مارنے کی نشاۃ بازی کی مشق کرائی جائے۔ اونچی دیوار پھلانگنے، تیز دوڑنے کی مشق کرائی جائے نوجوانوں سے سگریٹ گلکھ اور دوسری خراب عادتوں کو ختم کرنے کی پوری کوشش کی جائے ان کا جسم اور ایمان دونوں مضبوط بنانے کی فکر کی جائے۔

☆ نوجوانوں کے تفریحی کمپ منعقد کرنا اس میں صحابہ کی جانبازی بہادری کے واقعات سنانا جہادی فلمیں رویڈ دکھانا۔ ان نوجوانوں کے مقابلے کرنا اور ان نوجوانوں کو انعامات سے نوازنا۔
☆ نوجوانوں کو عالمی اور ملکی حالات سے باخبر رکھنا۔ ان کو بستی کی ضرورت کے لحاظ سے الگ الگ حفاظتی ٹیموں میں تقسیم کر کے ان پر ذمہ دار مقرر کر کے تیار رکھنا۔ جب کبھی بستی پر اشتراک کی گڑبڑ کا اندیشہ ہو ان ٹیموں کو اپنے مقررہ مقامات پر چوکسی و نگرانی کا ذمہ دار بنانا۔

☆ فساد پھوٹ پڑنے پر پوری بستی کے عوام کو ہمت دلانا۔ بزدلی خوف و ہراس سے بچانا۔ تمام مسلمانوں میں مقابلہ کرنے کی روح پھونکنا اور سب ملکر مقابلہ کرنا۔ یہ مقابلہ دفاعی جہاد ہے۔ یہ فرض ہے اس میں موت آجائے تو شہادت ہے۔

☆ ایسے مواقع کے لئے کام آنے والی اشیاء جمع کر کے ہمیشہ محفوظ رکھنا کریفو میں ضروریات زندگی کی فراہمی مشکل ہوتی ہے اس کا بھی اشاک رکھنے کی کوشش کی جائے تو بہتر ہے۔

☆ زخمیوں کو فوری طبی امداد کا نظم بستی میں ہمیشہ تیار رکھنا نیز فرسٹ ایڈ کی ٹریننگ کا نظم کرنا۔

☆ افواہوں کو پھیلنے نہ دینا۔

☆ حالات کے بگڑتے ہی انتظامیہ (پولیس) کو اطلاع دینا تاکہ انصاف کے تقاضے پورے ہو سکیں اور امن قائم ہو سکے اگرچہ اکثر جگہوں پر پولیس کی نگرانی ہی میں مسلمانوں کا نقصان ہوا ہے۔

☆ اپنی بستی کے سوا دوسری جگہ سے فساد کی اطلاع آنے پر بعد تحقیق اپنے نوجوانوں کا دستہ نقیب کے با اثر ساتھیوں کے ساتھ وہاں مدد کے لئے روانہ کرنا (مظلوموں کی مدد واجب ہے)

☆ یہ ایک دیرینہ تجربہ کی بات ہے کہ جس جگہ مسلمان اصلاحی کاموں کے ذریعہ ملت کو

بیدار کرتے ہیں اور علانیہ اس کے اچھے اسلامی اثرات نمایاں ہوتے ہیں وہاں نئی سازشوں کے ذریعہ گڑبڑ پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس لئے ہمیشہ چوکے رہنا۔ عوام کے اوسان خطانہ ہونے دینا۔ اللہ پر بھروسہ و توکل کرتے ہوئے اپنے دست و بازو کو حرکت میں لانا جس دن ملت اپنی حفاظت کے لئے کمر کس لے گی اسی دن اللہ کی مدد سے دشمن بھاگ جائے گا اس معاملہ میں فلسطین کے نہتے مسلمانوں کی ہمت و حوصلہ سے سبق لینا چاہیے جو معمولی پتھروں سے ٹینکوں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ اور اسرائیلی سپاہی ان سے خوفزدہ ہیں۔

نوجوانوں میں عسکری تربیت کا کام علانیہ کرنے سے ہماری تیاری کا پتہ شری پسندوں کو چل جاتا ہے اس سے انکے حوصلے پست ہو جائیں گے۔ کیوں کہ اب تک ان کو غافل مسلمانوں سے سابقہ تھا اب یہ تیار مسلمانوں کو دیکھ کر ان پر رعب بیٹھ جائے گا۔ اسی لئے قرآن مجید میں بھی طاقت و قوت کی تیاری کرنے کا حکم دینے کے بعد فرمایا گیا ہے کہ ”تا کہ وہ ہیبت میں پڑ جائیں“۔

اب تک جو کچھ دفاعی جہاد کی بابت لکھا گیا ہے وہ عام قسم کے کام ہیں ان پر کوئی روک حکومت نہیں لگا سکتی مگر ان کاموں کے کرنے کا مزاج اجتماعی طور پر کوئی جماعت بھی نہیں بنا رہی ہے اس لئے عام مسلمان بھی غفلت میں پڑے ہوئے ہیں یا پولیس پر بھروسہ کرتے ہیں۔ لیکن اگر نقیب کے نظام کے تحت مستقل صحت جسمانی و ایمانی کی فکر، اس کے حصول کا اہتمام، اس کا شوق دلانے کا کام پھر سب سے بڑی بات خود نقیب ملت اپنے ساتھیوں کے ساتھ سب سے پہلے میدان میں اترے گا تو عوام میں

بہت حوصلہ پیدا ہوگا۔ اور اللہ کی مدد آئے گی مسئلہ قیادت کا ہے۔ لیکن الحمد للہ نقیب ملت کے نظام سے یہ خلاء پورا ہو سکے گا۔ دوسری چیز اتحاد کی کمی کا مسئلہ ہے جب کہ نقیب ملت کے نظام کی برکت سے ملت کے تمام جماعتوں اور مسلکوں میں باہم اتحاد و اتفاق پیدا ہو سکے گا جس کی وجہ سے عام مسلمانوں میں ہمت و حوصلہ پیدا ہوگا۔ انشاء اللہ۔

تحفظ ملت و دفاع ملت کا خصوصی کام

عام طور پر ہندوستان میں جہاں بھی فساد ہوا ہے وہاں غیر مسلموں میں سے چند ہی سرکردہ سرغنہ قسم کے افراد کی وجہ سے فساد ہوا ہے ان ہی سرغنوں کی کوششوں کی وجہ سے ان کے عوام میں جوش اور ہمارے خلاف نفرت پیدا ہوئی ہے پھر کسی پتھر کو بہانہ بنا کر یا کسی ٹکڑے کو بہانہ بنا کر فساد کی آگ بھڑکائی جاتی رہی ہے اور خون و آگ کی ہولی کھیلی جاتی رہی ہے۔ اس لئے کہ غیر مسلموں میں آریس ایس نے مسلسل برسوں سے نوجوانوں کو آگ لگانے لوٹ مار کرنے قتل کرنے کی تربیت دے رکھی ہے۔

اس حقیقت کے پیش نظر فساد سے پہلے تیار رہنے کی کوشش اور بروقت مل جل کر مقابلہ کی کوششوں کے علاوہ ایک اور تدبیر کی ضرورت ہے جو ائمۃ الکفر کے سلسلہ میں رسول کی سنت کے طور پر بخاری شریف جلد ۲ باب ۴۸۲ حدیث نمبر ۱۲۰۸ میں کعب بن اشرف کے حوالہ سے اور حدیث نمبر ۱۲۰۹ اور ۱۲۱۰ میں ابو رافع کے حوالہ سے محمد بن مسلمہؓ اور عبداللہ بن عتیکؓ کے دستوں کی ملتی ہے۔ اس سنت پر عمل درآمد کرنے کے لئے مناسب حکمت عملی اختیار کرنا نقیب کی ذمہ داری ہے۔ اس سے مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کو بڑے پیمانے پر جانی و مالی نقصان ہونے سے بچایا جاسکتا ہے۔ اس تکنیک کو موجودہ زمانے میں اسرائیلی حکومت نے پالیسی کے طور پر اختیار کر رکھا ہے۔ ہمارا نسخہ ہے دوسرے استعمال کر رہے ہیں۔ (اس سنت کا مطالعہ متذکرہ کتاب سے کر لیا جائے)

تحفظ ملت اور دفاع ملت کے دوسرے اہم کام

ملت اسلامیہ پر فتنہ و فساد قتل کے حملوں کے علاوہ دوسرے مظالم بھی ہوتے رہتے ہیں، دل

آزادی کی جاتی ہے، زیادتیاں کی جاتی ہیں۔ مثلاً:

شان رسالت مآبؐ میں گستاخی، قرآن کی بے حرمتی، مسجدوں کی بے حرمتی، قربانی کے جانوروں کو لوٹ لینا، قبرستانوں پر قبضہ کرنا، مسلمانوں کی ملکیت پر مورتیاں نصب کرنا، شعائر اللہ کی توہین کرنا، اسلام کی تعلیم کا مذاق اڑانا یا غلط انداز سے فلموں میں منظر شامل کرنا وغیرہ۔

اسی طرح سیاسی و سماجی طور پر نا انصافیاں مثلاً:-

پولیس کے ظلم، غیر ضروری حراسانی، ناجائز گرفتاری، جس بے جا، میونسپل، بلدیہ، الیکٹرک ڈیپارٹمنٹ وغیرہ کی زیادتیاں۔ سیاسی پارٹیوں کا مسلمانوں کے خلاف مہم وغیرہ۔ کسی کالج انتظامیہ اسکول انتظامیہ کی جانب سے برقع کے استعمال پر حراسانی جمعہ کے دن نماز جمعہ کی ممانعت وغیرہ، یہ اور اس طرح کے مسائل بھی ملت کو اکثر پیش آتے رہتے ہیں اور اب تک کا تجربہ یہ ہے کہ مسلمان اس کے خلاف صرف اردو اخباروں میں بیان دے کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ مسلم سیاست دان اس معاملہ میں مقام واردات کا معائنہ کرتے اخباری بیان دیتے اور بہت ہوا تو اسمبلی کے اجلاس میں آواز اٹھا دیتے ہیں مگر اکثر مسئلے اسی حالت میں جاری رہتے ہیں اس کے تذکر کے لئے کام کرنا بھی تحفظ و دفاع ملت ہی کا کام ہے اس کے لئے درج ذیل طریقہ اختیار کرنا چاہئے:-

عملی کام

پہلا مرحلہ: نمائندگی

اجتماعی طور پر نمائندگی کرنا، متعلقہ افراد سے متعلقہ اداروں سے مل کر مسئلہ حل کرنے کی کوشش کرنا، گفتگو کی میز پر لوگوں کو لانا، انصاف کے تقاضے پر عمل کرانے کی کوشش کرنا۔

دوسرا مرحلہ: احتجاج کرنا

اگر ملاقات سے، گفتگو سے تحریری میمورینڈم سے اخباری بیان سے معاملہ درست نہ ہو مسئلہ حل ہوتا نظر نہ آتا ہو تو پھر آگے احتجاج کا طریقہ اختیار کرنا۔ جمہوریت میں عوام و خواص سب کو احتجاج کا حق ہے چنانچہ عوام سڑکوں پر احتجاج کرتے ہیں تو ممبران اسمبلی، پارلیمنٹ، اسمبلی ہال و پارلیمنٹ ہال

کے اندر احتجاج کرتے ہیں۔

اسلام نے بھی احتجاج کا حق مظلوموں کو عطا کیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں سورہ النساء ۴۸ اویں آیت میں ارشاد ہے:-

لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوِّءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ ط

اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو۔

(تو اسے اجازت ہے)

اللہ کے رسول کے زمانے میں ایک صحابی نے اپنے پڑوسی مسلمان بھائی کی زیادتیوں کی شکایت کی تو آپ نے ان مظلوم صحابی کو مشورہ دیا کہ اپنے گھر کا سامان راستے پر ڈال کر بیٹھ جاؤ لوگ آتے جاتے ہوئے وجہ پوچھیں تو پڑوسی کے ستانے کا ذکر کر دو ہو سکتا ہے کہ وہ شرمندہ ہو جائے اور اصلاح کر لے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (احتجاج کی ایک شکل ہی تھی۔)

احتجاج میں درج ذیل چیزیں اختیار کی جاسکتی ہیں:

احتجاجی جلسہ، احتجاجی جلوس، کالی جھنڈی لہرانا۔

اس پر بھی مسئلہ حل نہ ہو تو پھر۔

تیسرا مرحلہ:

دھرنا دینا، گھیراؤ کرنا، راستہ روکو احتجاج کرنا، بند منانا۔

(البتہ ٹریبون اور بسوں کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیئے۔ یہ غیر اسلامی حرکت ہوگی)

موجودہ دور میں جس طرح ووٹ سے حکومتیں بنتی ہیں اسی طرح احتجاج سے حکومتیں گرتی بھی ہیں۔ احتجاج کی طاقت سے حکومت کی پالیسیاں بدلائی جاسکتی ہیں۔ حتیٰ کہ بعض اسلامی دانشوروں کے خیال میں احتجاج کی طاقت عسکری جہاد کی طاقت کی طرح کام کرتی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ احتجاج پر اثر ہو اس میں ہنگامہ توڑ پھوڑ نہ ہو دیکھنے والے اس کے مظاہرے سے متاثر ہوں اس کے مطالبے کو معقول سمجھنے لگ جائیں۔

کسی بستی کی سطح کا کوئی معاملہ ہو اور مسئلہ احتجاج کے مرحلے تک آگیا ہو تو مسلمان کسی ایک نماز

کے بعد مسجد سے نقیب ملت کی قیادت میں خاموش جلوس کی شکل میں نکل کر متعلقہ مقام پر دھرنا دیکر بیٹھ جائیں یا اہم سڑک کا راستہ روک کر بیٹھ جائیں اور اپنا مطالبہ واضح طور پر پہلے کارڈ پر تحریر کر کے اٹھائے رہیں۔

اگر مسئلہ ضلع کی سطح کا ہو تو پورے ضلع کی مساجد سے ایک ہی دن ایک ہی وقت میں ہر مسجد سے مسلمان احتجاج کے لئے نکل کر سڑکوں پر آجائیں۔

اگر مسئلہ ریاستی سطح کا ہو تو پوری ریاست کے مسلمان تمام بستیوں کی مساجد سے نکل کر پر ایک ہی دن ایک ہی نماز کے وقت نکل کر سڑکوں پر آجائیں۔

مسئلہ اگر پورے ملک کی سطح کا ہو تو پورے ملک کے مسلمان ایک ہی دن ایک متعین نماز کے وقت مسجدوں سے نکل کر سڑکوں پر آ کر دھرنا دیں تو یہ ایک غیر معمولی دباؤ ہوگا اور اس کا بہترین نتیجہ نکلے گا افسوس کہ آج تک مسلمانوں نے کبھی اس طریقہ کو استعمال نہیں کیا ورنہ حیرت انگیز طور پر مسائل حل ہو جاتے۔ احتجاج کے موقع پر اپنا موقف واضح دوڑوک انداز میں کم سے کم الفاظ میں کہنے کی ضرورت ہے چونکہ احتجاج کے موقع پر میڈیا ضرور حرکت میں آتا ہے اس کے سامنے اپنا موقف اس ڈھنگ سے پیش کرنا چاہیئے کہ اس کی معقولیت اور واجبییت لوگوں کے سامنے آ سکے۔ احتجاج اور میڈیا کے ذریعہ صحیح نمائندگی کے لئے مقامی زبان یا انگریزی میں اپنا مطالبہ تحریری طور پر تیار کر کے ساتھ رکھنا چاہیئے۔ اس طرح کے احتجاج سے امکان ہے کہ انتظامیہ یا متفقہ خود معاملہ طے کرانے کی کوشش کرے گا یا ملت کے ذمہ داروں سے گفتگو کر کے کوئی راہ نکالنے پر مجبور ہوگا۔

یہ بھی امکان ہے کہ احتجاج کرنے پر لاٹھی چارج کر کے منتشر کر دینے کی کوشش کی جائے یا نقیب ملت اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا جائے تو ایسی صورتحال کے لئے پہلے سے ذہنی طور پر تیار رہنا چاہیئے لاٹھی چارج سے فرار نہیں ہونا چاہیئے مارکھا کر بھی اپنا بچاؤ کرتے ہوئے وہیں پر اس وقت تک ڈٹے رہنا چاہیئے جب تک احتجاج کی قیادت کرنے والے ہٹنے کا حکم نہ دیدیں۔ گرفتاری پر بھی نہیں گھبرانا چاہیئے۔ جیل جانے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ اسلام اور ملت کے لئے کچھ کرنا ہے تو یہ سب برداشت کرنا ہی ہوگا اسی سے ہمارے مطالبات زور پکڑتے ہیں۔ کامیاب احتجاج وہی ہے جس میں یہ

سب ہو جائے۔

البتہ یہ بھی ضروری ہے کہ قبل از وقت احتجاج کی نوعیت اور تفصیل بتاتے ہوئے اس کی اجازت حاصل کر لی جائے (پولیس سے اجازت لیکر احتجاج کرنا صحیح طریقہ ہے۔) لیکن اکثر پولیس اجازت نہیں دیتی اور ٹال مٹول سے کام لیتی ہے یہاں تک کہ متعین دن اور وقت ٹل جانے کا خطرہ آ جاتا ہے۔ ایسی صورت میں بغیر اجازت بھی احتجاج کرنا چاہیے۔ چونکہ ان کو اطلاع ہو چکی ہے اس لئے انتظام تو وہ کر ہی لینگے۔ اور ہم پر صرف بلا اجازت احتجاج کا کیس بک ہوگا اس کو عدالت میں وکیل کے ذریعہ چنٹا لینا چاہیے۔

اگر مسلمان اس طرح کے منظم باوقار پراثر احتجاج چند مرتبہ بھی منظم کر لیں تو امکان ہے کہ احتجاج سے پہلے ہی مسئلہ حل ہو جائے گا۔

احتجاج سے پہلے ہمیشہ مسجد میں جمع ہوں دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ سے مدد مانگیں اور نقیب ملت یا اس کے مقرر شدہ ذمہ دار کی اطاعت میں منظم انداز سے احتجاج کریں۔ چھوٹے بچوں کو احتجاج میں نہ لے جائیں مسئلہ خواتین سے متعلق ہو تو باحجاب خواتین کا احتجاج مردوں کی نگرانی کے ساتھ کیا جائے۔ یہاں تک جو لائحہ عمل بیان کیا گیا ہے یہ ملت کے اندر انجام دینے والے کام ہیں۔ اگر اس پر صحیح طریقہ سے پابندی کے ساتھ عمل کیا جائے تو ایک اسلامی معاشرہ وجود میں آ جاتا ہے (اسلامی حکومت نہیں)۔ اور اسلام کی معاشرتی اور تہذیبی برکتیں لوگوں کے سامنے آ جاتی ہیں۔ عجب نہیں کہ آج کی پیاسی دنیا مسائل میں گھرا ہوا سماج ان برکات کو دیکھ کر اسلام سے متاثر ہو جائے۔

آگے وہ منصوبہ بیان کیا جا رہا ہے جو ملت کے باہر انجام دینے کے کاموں سے متعلق ہے۔ اور یہ بھی سابقہ منصوبہ کی طرح غلبہ اسلام سے پہلے کے دور میں کرنے کا کام ہی ہے۔ یہ کام سماجی انصاف کے حصول کا کام ہے اس کام کے دلائل بھی حضرت موسیٰ اور محمدؐ کی تعلیمات میں واضح طور پر پائے جاتے ہیں مگر افسوس کہ مسلمانوں کی دینی جماعتیں اسے بھلا بیٹھی ہیں جب کہ اس کام کو انجام دئے بغیر غلبہ اسلام کا راستہ ہی نہیں کھلتا۔

نقیب کے نظام کا چھٹا کام

دعوت توحید، سماجی انصاف، ظلم و نا انصافی کا ازالہ حقوق انسانی کے لئے کام کرنا۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْهُمُ بَعْدَهُمْ مُوسَىٰ وَهَارُونَ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ بِآيَاتِنَا (یونس: ۷۵)

”پھر ہم نے ان کے بعد موسیٰ اور ہارون کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا۔“

فَأَتَيْنَاهُ فُقُولًا إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ وَلَا تَعْزِزْهُمْ ط قَدْ جِئْنَاكَ بَايَةً مِنْ رَبِّكَ ط وَالسَّلَامُ عَلَيَّ مَنْ تَبِعَ الْهُدَىٰ (طہ: ۴۷)

”تم دونوں اس کے پاس جاؤ اور کہو ہم تیرے رب کے رسول ہیں بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے ان پر ظلم نہ کر ہم تیرے رب کے پاس سے نشانی لیکر آئے ہیں اور سلامتی ہے اس کے لئے جو ہدایت کی پیروی کرے۔“

فَقُلْ هَلْ لَّكَ إِلَىٰ أَنْ تَزَكَّىٰ وَاهْدِيكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ (النازعات: ۱۸، ۱۹)

”فرعون سے کہو کیا تو اپنی درنگی اور اصلاح کے لئے تیار ہے اور یہ کہ میں تجھے تیرے رب کی راہ دکھلاؤں تاکہ تو اس سے ڈرے۔“

وَأَنْ لَّمْ تُؤْمِنُوا لِي فَعَنَزَ لُونِ (الدخان: ۲۱)

اگر تم لوگ مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو میری راہ مت روکو۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کو خاص کر وقت کے سرکش بادشاہ اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا جا رہا ہے اور ان سے دعوت توحید جو کہ ہر پیغمبر کا پہلا کام ہے (وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ط: ہم نے ہر بستی میں رسول بھیجے اس دعوت

کے ساتھ کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاعت کی بندگی سے بچو: النحل: ۳۶) کے علاوہ چند خاص مطالبات بھی کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے:-

- ۱۔ بنی اسرائیل پر ظلم سے باز آ جاؤ۔
- ۲۔ بنی اسرائیل کو زبردستی کی غلامی سے آزادی دو۔

۳۔ اگر تم ایمان نہیں لانا چاہتے ہو تو تم کو آزادی ہے مگر پیغمبر کے کام کے لئے بھی آزادی دو۔

اس سے معلوم ہوا کہ مظلوموں، پست کردہ طبقات کی حمایت کرنا اور ان کا حق دلانا، مجبوروں کو آزادی دلانا اور اظہار خیال کی آزادی وغیرہ انسانی حقوق کے لئے کام کرنا پیغمبرانہ مشن کا حصہ ہے۔

اس طرح حضرت محمد کو بھی اللہ تعالیٰ نے تمام ملک عرب کے مرکزی شہر میں مبعوث فرمایا جہاں کی حکومت بادشاہی کے بجائے تقریباً جمہوری طرز کے مشابہ تھی۔ ملکی انتظامات مختلف قبیلوں کے درمیان تقسیم تھے اور تمام سرداروں کے باہم مشورے سے نظام چلتا تھا ان سرداروں میں سے جس قبیلے کی خدمات اور قربانیاں سابق میں زیادہ رہی تھیں اس کو تمام لوگ اپنا بڑا سردار مانتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول کو انہیں سرداروں کے درمیان مبعوث فرما کر ان کو اولین مخاطب بنایا۔ اگرچہ عام دعوت بھی جاری رہی۔ نیز آپ پر بھی ابتدائی زمانہ میں تقریباً ایسی ہی تعلیمات نازل ہوئیں جن میں توحید رسالت آخرت کے علاوہ محروم طبقات کی امداد غلامی سے رہائی ظلم سے باز آنے پر زور دیا گیا تھا۔ جیسا کہ:-

فَكَ رَقِيَّةٌ ﴿١٣﴾ اَوْ اطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ﴿١٤﴾ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿١٥﴾ اَوْ مَسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿١٦﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَصَّوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَصَّوْا بِالصَّمَةِ ﴿١٧﴾ (البلد:)

”کسی گردن کو غلامی سے آزاد کرنا۔ بھوک والے دن کسی رشتہ دار یتیم خاک نشین مسکین کو کھانا کھانا پھر ان لوگوں میں شامل ہو جانا جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔“

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے آخری رسول پر ابتدائی زمانہ میں جب کہ ابھی اسلام غالب نہیں ہوا تھا عرب کے سرداروں سے یہ مطالبات خدا کی طرف سے پیش کرنے کا حکم ہوا۔

- ۱۔ غلامی سے آزادی دو۔
- ۲۔ بھوکے کو کھانا کھلاؤ۔
- ۳۔ رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں کی مدد کرو۔
- ۴۔ مجبور انسانوں پر رحم کرو۔
- ۵۔ ایمان لا کر مومنوں میں شامل ہو جاؤ۔
- ۶۔ صبر کرو۔
- آگے اور مزید مطالبات ان سرداروں سے کئے گئے ہیں:-
- ۷۔ اہل ایمان پر ظلم مت ڈھاؤ (البروج: ۱۰)
- ۸۔ سرکشی اور ظلم چھوڑ دو (العلق: ۶-۷)
- ۹۔ لڑکیوں کو زندہ درگور مت کرو (التکویر: ۸)
- ۱۰۔ ناپ تول میں ڈنڈی مت مارو۔ (المطففين: ۱-۴)
- ۱۱۔ نماز سے مت روکو۔ (العلق: ۱۰)

یہ تمام مطالبات انسانی حقوق میں سے ہیں۔ ظلم نا انصافی کی مذمت اور کمزوروں اور مجبوروں کے حقوق دلانے سے متعلق ہیں حضور اپنے طور پر ان تمام حقوق کو اعلیٰ پیمانہ پر ادا کرتے تھے اور اللہ کی طرف سے دوسروں کو بھی ادا کرنے کی دعوت دیتے تھے۔

اس روشنی میں ہم اپنا جائزہ لیتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے اور افسوس ہوتا ہے کہ اللہ کے دین کے لئے کام کرنے والی جماعتیں اس سماجی انصاف کے اہم کاموں سے غافل ہیں بلکہ انھیں دینی کاموں کی فہرست ہی سے نکال دیا ہے۔ حتیٰ کہ اب خود اس ملت کو پست کردہ اقوام سے بھی کمتر درجہ کی محروم و مظلوم ملت بنا دیا گیا ہے اور ان کو ہر شعبہ زندگی میں ترقی سے محروم کیا جا رہا ہے ان کو ان کا دستوری حق بھی نہیں دیا جا رہا ہے۔ اور نہ مذہبی حق پوری طرح حاصل ہے۔ آئے دن کے فسادات، لوٹ مار قتل اور

ہمیشہ کا پولیس ظلم ان پر ہوتا رہتا ہے مگر کوئی مسلم تنظیم اس کے خلاف کھڑے ہونے ان کو ظلم سے بچانے کے لئے کچھ کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ دوسرے محروموں اور مظلوموں کے لئے کا تو سوال ہی نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پوری ملت میں نبیوں والے کاموں میں سے ان اہم کاموں کے لئے خود پہلے اپنی ملت کی محرومی دور کرنے اور پھر دوسرے لوگوں کی محرومی دور کرنے کے لئے جذبہ پیدا کیا جائے مگر یہ کام مدرسوں میں بیٹھ کر یا مسجدوں میں بیٹھ کر انجام نہیں پاتا اس کے لئے جس طرح حضرت موسیٰ نے ظالم بادشاہ اور اس کے سرداروں سے اس کے دربار میں جا کر بلا خوف و خطر مطالبہ کیا اور جس طرح حضورؐ نے مکہ کے سرداروں کی بیٹھکوں میں جا جا کر سنایا۔ اسی طرح ہم کو بھی تمام سیاسی پارٹیوں کے ایوانوں میں لیڈروں کی میٹنگوں میں جا جا کر جھنجھوڑنا ہوگا میڈیا میں ان موضوعات پر اچھے ڈھنگ سے بار بار آواز اٹھانا ہوگا اس کے لئے مستقل مہمیں چلانا ہوگا کیوں کہ یہ نبیوں والا کام بھی ہے، ہماری ضرورت اور دوسرے پست کردہ اقوام کی بھی بڑی ضرورت ہے۔

عملی کام

سماجی انصاف کے سلسلے میں اوپر بیان کئے ہوئے عنوانات میں سے دعوت کے کام کے ضمن میں ملت کے اندرونی کام میں اشارے کئے گئے ہیں اس کے ساتھ ساتھ:

☆ نقیب ملت بستی کی حد تک مظلوم محروم پست کردہ تمام طبقات سے براہ راست ربط ضبط مستقل رکھے۔

☆ ان پر ہونے والی زیادتیوں، نا انصافیوں اور ظلم کے خلاف آواز بلند کرے۔

☆ خود ان کی طرف سے اس سلسلے میں کی جانے والی کوششوں میں مدد کرے۔

ان کمزور طبقات پر کوئی افتاد پڑ جائے تو فوراً انتظامیہ کو متحرک کرے میڈیا کو صحیح اطلاع دے۔ اور میڈیا کو متحرک کرے۔ عام طور پر حادثات دیہاتوں میں ہوتے ہیں اور میڈیا کو دیر سے معلوم ہوتا ہے۔ اور انتظامیہ اس وقت تک بہت کچھ چھپا دیتی ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ نقیب ملت بروقت ان مظلوموں کی حمایت میں متحرک ہو جائے۔ اس موقع پر اگر نقیب ملت ظالموں کو پکڑ کر کسی گھر میں بند کر

دے تاکہ وہ فرار نہ ہو سکیں تو ایک مثالی کام ہوگا پھر پولیس کے حوالہ کر دے اس کے ساتھ متاثرین کے علاج و معالجہ اور کھانے پکڑنے کا انتظام کرے۔

سماج کے ذی اثر افراد مثلاً

ڈاکٹر، انجینیئر، وکیل، ٹیچر، مذہبی ذمہ دار اور سیاسی لیڈروں سے مستقل ربط و ضبط رکھے اور ایسے کسی امکانی حادثہ کے موقع پر ان کو متحرک کرنے کی کوشش کرے تاکہ حادثہ ٹل جائے۔ بصورت دیگر بعدہ ان حضرات کی میٹنگ بلا کر معاملہ کو انصاف کے تقاضوں کے مطابق حل کرانے کی کوشش کرے۔ اس کے ساتھ اس کی پوری اطلاع اپنے سے آگے نقیب اول کو دے۔

نقیب اول تعلقہ کی سطح پر ان کاموں کو قدرے بڑے پیمانے پر کرنے کی کوشش کرے جو کہ اوپر بیان ہوئے۔ پھر اس کی روداد سے اپنے سے آگے نقیب اکبر تک تمام اطلاعات منتقل کر دے۔

نقیب اکبر ضلع کی سطح پر اس سے اعلیٰ درجہ پر یہ کام کر سکتا ہے چونکہ یہاں تمام سیاسی پارٹیوں کے لوگ موجود ہوتے ہیں میڈیا کے لوگ اور کلکٹر بھی موجود ہوتا ہے یا حکمران پارٹی کی طرف سے کوئی اور عہدہ دار بھی ہو سکتا ہے اس لئے ضلع کی کسی بھی بستی میں کوئی حادثہ ہو جائے چاہے وہ مسلمانوں کے خلاف ہوا ہو یا پست کردہ طبقوں کے خلاف ہوا ہو اس کی صحیح انداز سے پیروی کرنا چاہئے۔

ضلع کی سطح پر اگر ممکن ہو تو ایک ایسی کمیٹی بنانے کی کوشش کی جائے جس میں تمام مذاہب کے لوگ ہوں اور حقوق انسانی کے لئے کام کرنے والے گروپس ہوں اور دانشور صحافی مدرس وغیرہ۔ یہ کمیٹی سماجی انصاف کے حصول کے لئے کام کرے اور امکانی حادثوں کو ٹالنے اور حادثہ کے بعد ان کو انصاف دلانے کے لئے مکمل پیروی کرے۔ اس کا نام سماج سیوا سمیٹی یا سماجی انصاف کمیٹی رکھا جاسکتا ہے۔

یہاں پر غلبہ اسلام سے پہلے کرنے کے کاموں کا اہم حصہ ختم ہوتا ہے۔ الحمد للہ

متوقع نتائج

نقیب ملت کے اس قرآنی منصوبہ پر مخلصانہ طریقہ سے عمل درآد کیا جائے اور بستیوں میں نقیب ملت متحرک اور فعال کردار ادا کرنے والے منتخب ہوں تو انشاء اللہ درج ذیل فائدے ملت کو حاصل ہو

سکیں گے۔

(۱) معاشرے کی اصلاح ہوگی، اسلامی ماحول بنے گا۔

(۲) اسلامی اتحاد قائم ہوگا، انتشار و افتراق دور ہوگا۔

(۳) ہر سطح پر مخلص اور بیدار قیادت ابھرے گی۔

(۴) ملت سے غربت و افلاس کا خاتمہ ہوگا، غربت کی وجہ سے ہونے والے جرائم کم ہوں گے۔

(۵) ملت سے جہالت دور ہوگی اور علم کی روشنی پھیلے گی۔

(۶) مسلم پرسنل لاکا تحفظ ہوگا اور شریعت کی حفاظت ہوگی۔

(۷) ملت کی حفاظت ہوگی۔

(۸) ملت کے مسائل حل ہونگے۔

(۹) مساجد کی حفاظت ہوگی، مساجد کا اسلامی کردار بحال ہوگا۔

(۱۰) دعوت کا کام آسان ہوگا۔

(۱۱) ملت کی آنے والی نسلوں کے دین و ایمان کی حفاظت ہو سکے گی۔

(۱۲) پولیس ظلم پر روک لگ سکے گی۔

(۱۳) ملت کی آواز سنی جائیگی

(۱۴) ملت خلافت کی جانب آگے بڑھ سکے گی۔ انشاء اللہ

اس قرآنی نظام نقیب پر کم از کم دس سال عمل کرنے کے بعد ہی اسلام کے سیاسی غلبہ کے لئے سوچا جائے اس سے پہلے نہیں اس لئے کہ افراد اور ماحول کو حتی الامکان اسلام کے حق میں سازگار بنائے بغیر اسلام کا سیاسی غلبہ دیر پا ثابت نہیں ہوتا۔ اور لوگ نفاذ شریعت کو عذاب شریعت سمجھنے لگتے ہیں۔

نقیب کے نظام کو برپا کرنے بستیوں میں اس کو قائم کرنے کی دعوت دینے کے لئے درج ذیل طریقہ موزوں ہوگا۔

نقیب ملت کے نظام کو برپا کرنے کی عملی تدابیر

کاروان اصلاح ملت

(۱) جو لوگ اس تحریر سے اتفاق کرتے ہوں ایسے کم از کم دس آدمی مل کر ایک ”کاروان اصلاح ملت“ بنالیں۔

اپنی سہولت سے ہفتہ میں ایک دن یا مہینہ میں مسلسل تین دن فارغ کر لیں۔ بستیوں کی اہم شخصیتوں سے ملاقات کریں۔ قرآنی نظام نقیب کی شرعی حیثیت اور اس کے فوائد نیز موجودہ حالات میں اس کی ضرورت و اہمیت بتلائیں۔ بستی کی اہم شخصیتوں کو اس نظام کے قیام کے لئے تشکیل کریں یعنی ان کو خوب اس کام کے لئے آمادہ کریں یہاں تک کہ وہ اس کے لئے اپنی بستی میں کام کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں۔ انہیں یہ منصوبہ مطالعہ کے لئے دیں۔ پھر عوام میں اس کام کی دعوت کے لئے مساجد میں خطاب کیا جاسکتا ہے شادی خانہ میں لوگوں کو بلا کر خطاب کر کے سمجھایا جاسکتا ہے یا لوگوں کے گھروں پر گروپس کی شکل میں جمع کر کے بات رکھی جاسکتی ہے یا جلسہ عام کیا جاسکتا ہے۔ فولڈ تحریر کر کے اس میں مختصر ملک و ملت کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے ملت کی قرآنی رہنمائی کے اس لائحہ عمل سے غفلت کا ذکر کرتے ہوئے دعوت عمل دی جاسکتی ہے۔ پوسٹر چسپاں کئے جاسکتے ہیں۔

اللہ کے رسولؐ نے دعوت و انداز کے لئے عرب کا معروف طریقہ اختیار کیا تھا جو پہاڑی پر چڑھ کر پکارنے کا تھا کہ یا صبا! صبح کا خطرہ! اس لئے ہم بھی تمام معروف طریقے اختیار کر سکتے ہیں لوگوں کو جمع کرنے کے لئے۔

جو لوگ بستی میں اس کام کے لئے کوشش کرنے کو راضی ہو جائیں ان سے ربط و ضبط رکھا کریں یہاں تک کہ وہ لوگ بستی میں نقیب کا انتخاب کر لیں۔

(۲) کاروان اصلاح ملت اپنی بستی کے چند لوگوں کو متوجہ کرنے کے بعد دوسری بستیوں کے لئے ایک دن یا تین دن کے لئے نکلے۔

پہلے ضلع کے مقامات پر پہنچا جائے۔

پھر تعلقہ کے مستقر پر پہنچا جائے۔

اس کے بعد تعلقہ سے کم درجہ کے مگر بڑی بستیوں تک پہنچا جائے۔

آخر میں دیہات تک پہنچنے کی کوشش کی جائے۔

کاروان اصلاح ملت ہر مقام پر مسجدوں میں قیام کر کے اور مکمل اسلامی آداب زندگی کا مظاہرہ کرے۔ کھانا پکانے کے بجائے توشہ یا ہوٹل سے کھائے۔

ہر جگہ کاروان اصلاح ملت کی آمد کی غرض و غایت پر مشتمل ایک کپڑے کا بینر ساتھ لے جا کر مسجد میں نمایاں جگہ پر لگا دیا جائے۔ مسجد والوں سے اجازت لیکر کسی نماز کے بعد خطاب کیا جائے۔

مسجد کے علاوہ مسلم ہوٹلوں دوکانوں وغیرہ کے پاس کارنر میٹنگ کی جائے (جس طرح حضورؐ نے عکاظ مجنہ کے بازاروں میں میلوں میں خطاب کیا تھا اس سہراہ مختصر خطاب کو کارنر میٹنگ کہا جاتا ہے۔)

نظام نقیب کا خلاصہ ایک مختصر فولڈر میں تحریر کر کے چھاپ دیا جائے اس کے نیچے ایک جگہ خطاب عام کے مقام اور وقت سے متعلق خالی رکھی جائے اور ہر بستی میں خطاب کے لحاظ سے اسے پر کر کے دیا جائے اور گھر گھر تقسیم کیا جائے۔ کارنر میٹنگ میں تقسیم کیا جائے۔

خصوصی لوگوں سے ملاقاتیں کی جائیں اور اس نظام سے متعلق اور حالات حاضرہ سے متعلق ان کے اندر فکر پیدا کی جائے انہیں اس منصوبے کی تحریر پڑھنے کے لئے دی جائے۔

عوام کو بتایا جائے کہ اللہ کے رسولؐ نے مسلمانوں کو ایک جماعت بن کر رہنے کا حکم دیا ہے جماعت سے بالشت بھر بھی الگ رہنے کو جاہلیت، غیر اسلامی حرکت قرار دیا ہے اور شیطان ایسے شخص پر مسلط ہو جاتا ہے جو جماعت سے الگ ہو کر زندگی گزارتا ہے۔ یہ ساری باتیں جس جماعت کے بارے میں فرمائی گئی ہیں وہ جماعت ”الجماعة“ ہے اس کی ابتدائی شکل اسی نظام نقیب میں ہے۔ نیز اللہ کے رسولؐ نے امیر کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ امیر کی اطاعت کا عہدہ نہ کرنے والے کو جاہلیت پر مرنے والا فرمایا ہے۔ امیر کی اطاعت کرنے والا رسولؐ کی اطاعت والا ہوتا ہے اور جو رسولؐ کی

اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کی اطاعت کرنے والا ہوتا ہے اسی کے لئے کامیابی ہے۔ آج وہ امیر کون ہے؟ کوئی نہیں ہے۔ کیوں کہ اسلام مغلوب ہے۔ ایسے دور میں امیر کے بجائے نقیب ہوتا ہے اس کی اطاعت تمام مسلمانوں پر لازم ہے۔ آج اگر اللہ تعالیٰ کے فرمان پر چلنا ہے آج اگر رسولؐ کے ارشاد پر چلنا ہے تو اپنی بستی میں نقیب مقرر کر لیں اور اس کی اطاعت میں اس قرآنی منصوبہ پر عمل پیرا ہو جائیں۔ اس سے اللہ کی مدد کے حقدار بن سکتے ہیں۔ اسی سے ہمارا بگاڑ دور ہو سکتا ہے اس سے مرنے کے بعد ہم جنت میں داخلے کے مستحق بن سکتے ہیں۔ ورنہ ہم کو زندگی بھر سیدھی راہ صراط مستقیم نہیں مل سکتی۔

یہ بات اہم ہے کہ ہر بڑا کام چھوٹے پیمانے سے ہی شروع ہوتا ہے۔ اہلی کا بہت بڑا درخت ایک معمولی بیج سے بہت ہی چھوٹا پیدا ہوتا ہے پھر بڑھتا جاتا ہے اسی طرح عالم اسلام کی سب سے مضبوط تحریک تحریک اخوان المسلمون کی ابتداء صرف چھ افراد سے ہوئی تھی۔ ہندوستان کی مشہور تبلیغی جماعت اکیلے مولانا الیاسؒ نے شروع کی تھی اسلام دشمن سب سے بڑی تنظیم آریس ایس بھی صرف آدھے درجن افراد سے شروع کی گئی تھی ان میں سے تمام تحریکیں آج کروڑوں لوگوں کو متاثر کر چکی ہیں۔ اللہ کے آخری رسولؐ نے تمہا اسلام کا کام ایک فی قوم سے شروع فرمایا تھا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کاروان اصلاح ملت کے لئے اٹھنے والوں کو یہ یاد دلانا ہے کہ یہی کام کی صحیح ترتیب ہے شروع دن سے آل انڈیا پیمانے پر سوچنا اور عالمی پیمانے کی باتیں کرنا اور اپنے قریبی ماحول میں کام نہ کرنا احقناہ طریقہ ہے۔ جب کہ پیغمبرانہ طریقہ قریبی ماحول سے، خاندان سے، اپنی بستی سے کام شروع کرنا ہے۔

☆☆☆.....

اغلاط نامہ

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۹	۶	ان	اس
۱۰	۱۱	لئے	ذریعہ
۱۱	۶	کا	(کا حذف کریں)
۱۱	۱۷ تا ۱۰	مکمل تحریر ڈبل آگئی ہے	مکمل تحریر حذف کر دیں (سطر ۱۰ تا ۱۷)
۱۲	۲۱	لیکن	اور
۱۲	۲۴	محمد نصیر الدین	(حذف کریں)
۱۸	۴	رسمیں	خرچی
۲۲	۱۲	آمنوا	آمینوا
۲۴	۱۷	کوئیں	کنوئیں
۲۵	۸	؟	(حذف کریں)
۲۵	۱۴	اس سے	اسے
۲۶	۱۸	بھی نہیں	(بھی حذف کریں)
۲۷	۱۶	ثبوت تو	(ثبوت حذف کریں)
۲۹	۶	وَلْيَأْجُجْ لَا	وَلْيَأْجُجْ (لا حذف کریں)
۲۹	۱۶	فاعتدوا بمثل	فاعتدوا عليه بمثل
۳۳	۱۱	تؤمنون	تؤمنون
۳۶	۹	يأمررون	يأمررون
۳۶	۱۸	تفرقوا	تفرقوا (ص حذف کریں)
۴۳	۶	اقتده ط	اقتده (ا حذف کریں)
۴۵	۶	پہلو	پہلا

۴۵	۸	الا اللہ قف	الا اللہ (قف حذف کریں)
۴۵	۱۳	عبادت کرنے	عبادت کرنا
۴۸	۱۹	اور بال	اور سر کے بال
۵۱	۱۷	نبی	نبیؐ
۸۴	۱۸	سورہ محمد ۹۱	سورہ محمد ۱۹
۹۲	۱	ارسلنا رُسُلنا	ارسلنا رُسُلنا
۹۳	۱	جہاد کرو اللہ کی راہ میں یہی	جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنی جانوں سے اور مالوں سے یہی
۹۳	۳	يحبونه لا اذلة	يحبونه اذلة (لا حذف کریں)
۹۳	۷	ہو گئے اللہ کی	ہو گئے مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہو گئے اللہ کی
۹۵	۲۱	ان پر زیادتی کرو	ان پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی تم پر کی گئی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

محمد ﷺ کی اُمت پر محض بے ضرر دعوت و تبلیغ کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ دنیا کی رہنمائی و امامت کا فریضہ بھی عائد ہے و کذلک جعلنا کم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس (البقرة ۱۴۳) دنیا بھر سے فتنہ و فساد ختم کر کے امن و سلامتی قائم کرنا اس پر فرض ہے و قاتلوا ہم حتی لاتکون فتنۃ و یکون الدین کلہ للہ (الانفال ۳۹) ہر قسم کی برائیوں کو مٹا کر نیکیوں کو پروان چڑھانا اس اُمت کی تشکیل کا اہم مقصد ہے کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر (آل عمران: ۱۱۰) ہر قسم کا ظلم و استیصال ختم کر کے عدل و انصاف قائم کرنا اس کی ڈیوٹی ہے لیقوم الناس بالقسط (الحدید- ۲۵) اور تمام ادیان باطل حکومتوں کو ہٹا کر اللہ کے دین کو غالب کرنا اس کی شریعت کو نافذ کرنا اس اُمت کا اہم مشن ہے

(لیظہرہ علی الدین کلہ) (التوبہ- ۳۳) یہی کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں انجام دیا اور آپ کے بعد صحابہؓ نے انجام دیا۔ اس کام کا مختصر تعارف ”غلبہ اسلام“ اور ”خلافت“ کے عنوان سے بخوبی ادا ہو جاتا ہے۔ اب یہی کام مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔ اس کی خاطر ان کو جماعت بن کر رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اور ایسی کوئی جماعت بن جائے تو اس سے علیحدگی کو اسلام ہی سے نکل جانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کام کے لئے قائم ہونے والی جماعت کے سربراہ کو ”امیر سلطان امام خلیفہ“ کہا جاتا ہے۔ ایسی امارت کو قائم کرنا امت پر فرض ہے جیسا کہ فقہ میں درج ہے۔ کیوں کہ مسلمانوں کے خلیفہ یا امیر کے بغیر شریعت کے بہت سے احکام پر عمل ہی نہیں کیا جاسکتا۔ یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرامؓ نے حضورؐ کی وفات کے بعد سب سے پہلا کام حتیٰ کہ حضور ﷺ کی تجہیز و تکفین کے کام سے بھی پہلے خلیفہ کے انتخاب کا کام کیا۔

خلافت راشدہ کے دور کے بعد مرکز خلافت کے ادارے میں بگاڑ آ گیا لیکن معاشرہ اس وقت بھی اسلامی تھا اس وقت خلافت کے مرکز کی اصلاح کے لئے چند صحابہؓ اٹھے اور اپنی جانیں قربان کر دیں مگر جیتے جی خلافت کو بگڑنے نہ دیا۔ پھر خلافت میں ملوکیت آ گئی لیکن بحیثیت مجموعی دنیا پر

مسلمانوں کی سطوت چھائی رہی۔ یہاں تک کہ ۱۹۲۴ء میں اس رسمی خلافت کا خاتمہ ہو گیا اور اس کے بعد سے آج تک اُمت کا شیرازہ منتشر ہے۔ ۵۷ ملکوں کے مالک ہونے کے باوجود دنیا میں ذلیل و خوار ہیں۔ مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے عورتوں کی آبروریزی لٹ رہی ہیں۔ یتیم مسلمان بچوں کو عیسائی بنایا جا رہا ہے۔ قبلہ اول پر یہودی قابض ہیں اسلامی شعائر کی توہین کی جا رہی ہے شان رسالت مآبؐ میں گستاخیاں کی جا رہی ہیں علی الاعلان قرآن سوزی کے واقعات پیش آرہے ہیں۔ حجاب پہننے پر پابندی، مساجد کی تعمیر میں رکاوٹ نیز میناروں کی بلندی پر قدغن لگائے جا رہے ہیں۔ مسلم ملکوں سے نکلنے والے پیڑول پر غیر مسلم قابض ہیں۔ عرب ملکوں کی دولت کو یہودی ادارے استعمال کر رہے ہیں۔ موجودہ دور کے مسلمانوں کی حالت تاریک حیلوں کے دور والے مسلمانوں سے بھی بدتر ہو گئی ہے۔ یہ تمام حالات خلافت کے ٹوٹ جانے کا نتیجہ ہیں۔

ان حالات میں پھر سے غلبہ اسلام یا خلافت کے احیاء کے لئے کیا طریقہ کار ہو اس کی ترجیحات کیا ہوں یہ سوال نہایت اہم ہے۔ جب ہم اس کا جواب کتاب و سنت سے معلوم کرتے ہیں تو دعوت ’استقامت‘ ہجرت، جہاد و قتال کے عنوانات ملتے ہیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دعوت اسلام کے ذریعہ کام کا آغاز فرمایا کیونکہ وہاں پر کوئی بھی اہل ایمان موجود نہیں تھا۔ ایمان لانے والوں کو تزکیہ و تربیت کے ذریعہ تیار کیا پھر ہجرت کے ذریعہ ایک مرکز پر جمع فرمایا اور مقامی لوگوں کی نصرت کے ذریعہ ایک چھوٹے سے علاقے میں اسلام کو غالب کر دیا اور پھر ان تربیت یافتہ مسلمانوں کو ساتھ لے کر دعوت و جہاد کے ذریعہ سارے عرب پر اسلام کو غالب کر دیا۔ آپ کے بعد صحابہؓ کے زمانے میں اسلام سارے عرب میں غالب تھا اور تمام لوگ عملی مسلمان تھے مسئلہ صرف خلیفہ الرسولؐ کے انتخاب کا تھا چنانچہ مدینہ کے اہل علم اصحاب نے تقویٰ، قربانی، اسلامیت اور قیادت کے اوصاف کی بنیاد پر خلیفہ کا انتخاب کر لیا اور خلافت قائم ہو گئی پھر عرب سے نکل کر ان صحابہؓ نے دعوت و جہاد اور قتال کے ذریعہ دنیا کے بڑے حصہ پر اسلام کو غالب کر دیا۔

خلافت کے ادارے میں ملوکیت کے داخل ہو جانے سے جو بگاڑ پیدا ہوا تھا وہ صرف حکمران طبقہ کی حد تک محدود تھا یا زیادہ سے زیادہ انتظامیہ میں سرایت کر گیا تھا مگر عوام عملی مسلمان تھے۔ ایسے میں پھر سے خلافت راشدہ علی منہاج النبوة کی بحالی کے لئے ”خروج“ یعنی ظالم بادشاہ کی

اطاعت سے نکل کر اس کی جگہ صالح قیادت کو لانے کی کوششیں کی گئیں۔

مگر ایسی کوئی مثال نہیں ملتی جو کہ بھارت کے مسلمانوں پر چسپاں ہوتی ہو۔ بھارت دارالاسلام رہا ہے یہاں مسلمانوں نے ہزار سالوں سے زائد حکمرانی کی ہے۔ تحریک خلافت میں انھوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا مگر خلافت کے خاتمے پر ایک لمبا عرصہ بیت جانے اور غیر اسلامی حکومت کے تابع زندگی گزارنے کی وجہ سے مسلمانوں کے ذہنوں سے یہ خیال بھی محو ہو گیا ہے کہ اُن پر احیائے خلافت و امارت کے لئے کوششیں کرنا لازمی ہے۔ مسلمانوں کے عقیدہ و عمل میں بگاڑ آ گیا ہے اور بغیر امیر کے زندگی گزارنے کو برا بھی نہیں سمجھتے۔ اس ملک میں اُن کی آبادی کروڑوں کی تعداد میں ہے مگر انھیں اپنی صحیح تعداد کا بھی علم نہیں ہے۔ ان کی جان و مال عزت و آبرو پر مسلسل حملے ہوتے رہتے ہیں مگر یہ اپنی حفاظت پر بھی قادر نہیں ہیں۔ ریاست کشمیر میں نوے ہزار نو جوان مارے جا چکے ہیں، ہزاروں بہنوں کی آبرو لٹ چکی ہے۔ ہندو تو ان کی تجربہ گاہ ریاست گجرات میں منظم و منصوبہ بند طریقے سے مسلمانوں بالخصوص نو جوانوں کا قتل عام و پابند سلاسل کیا جانا، عورتوں کی عصمت دری، نسلی تطہیر و صفائے کے ساتھ ساتھ گھر، جائیداد و کاروبار کو ختم کرنا اب ایک عام بات بن چکی ہے۔ 400 سالہ قدیم آباد باری مسجد کو علی الاعلان شہید کر کے عملاً اسے بت خانے میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کے لئے حکومتی نوکریوں کے تمام دروازے بند ہیں۔ عدالتوں سے غیر شرعی فیصلے مسلط کئے جا رہے ہیں۔ ایک طرف اسلامی دہشت گردی کے نام پر ان پر ظلم و ستم کر کے انھیں احساس کمتری کا شکار بنایا جا رہا ہے تو دوسری طرف ”ہندو آئینک واڈ“ کے تئیں نرمی اور اغماض برتا جا رہا ہے۔ اس حال و ماحول والے ملک میں نہ تو بے زور دعوت کے ذریعہ اسلام غالب آ سکتا ہے نہ ہی چیدہ چیدہ مسلح جدوجہد کے ذریعہ اسلام کا نفاذ پورے ملک پر ممکن ہو سکے گا کہ عوام اسلام کے سانچے میں ڈھلنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔ اس کا اندازہ مسلم اکثریتی پڑوسی ممالک کے حالات سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے۔ اس پر مزید یہ کہ لوگوں نے قرآن و سنت والے دین اسلام کو تعبیرات کے اختلاف کے ذریعہ دعوتی اسلام جہادی اسلام، سیاسی اسلام، ماڈریٹ اسلام وغیرہ میں تقسیم کر دیا ہے پھر جس گردہ کو جو تعبیر پسند آگئی اس پر چلنے لگا ہے جس سے مسلمانوں کی الجماعہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر کئی جماعتوں میں بٹ گئی ہے اب ہر جماعت کے پاس اسلام کے تقاضے الگ ہیں ہر جماعت کا طریقہ کار الگ ہے ہر جماعت کی پہچان جدا ہے بلکہ نوبت

یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ہر جماعت کی مسجدیں بھی الگ تعمیر ہونے لگی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون تو پھر آخر وہ کون سی ترجیحات ہیں جن پر عمل کرنے سے غلبہ اسلام کی منزل قریب آ سکے اور خلافت قائم ہو سکے؟ اسی سوال کا جواب اس کتاب میں دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

اگرچہ اسلام اور اجتماعیت کے موضوع پر نہایت اعلیٰ درجہ کی کتابیں معتبر علماء کی لکھی ہوئی موجود ہیں اور ان میں اسلامی اجتماعیت کی اہمیت ضرورت، تقاضے اور آداب وغیرہ تو بیان کئے گئے ہیں لیکن کسی بھی کتاب میں ملک اور مسلمانوں کے موجودہ ماحول میں اسلامی اجتماعیت کو برپا کرنے کا وہ بنیادی طریقہ نہیں بتایا گیا جس پر چل کر ملت خلافت کی منزل پر پہنچ سکے۔

یہ کتاب پوٹا کے ظالمانہ قانون کے تحت ایک فرضی جہادی کیس میں سابرمتی سنٹرل جیل احمد آباد کی ہائی سکیورٹی ریٹن بپارک میں قید کے دوران لکھی گئی ہے اور اس کا مقصد لکھنے والوں کی انجمن میں شامل ہونا نہیں بلکہ ملک کے موجودہ مسلم مخالف ماحول میں بگڑی ہوئی ملت کو اپنی حفاظت و اصلاح کے ساتھ اصل مقصد حیات کے حصول کے لئے بیدار کرنا ہے گویا مغلوب اُمت کو غلبہ اسلام کے کاز کے لئے تیار کرنا ہے۔ اس کتاب میں درج منصوبہ پر عمل کے نتیجہ میں انشاء اللہ:

- ☆ ملت بستیوں کی سطح سے لے کر ریاست کی سطح تک پھر ملک گیر اساس پر متحد ہوگی۔
- ☆ پوری ملت کا ایک شرعی ذمہ دار مقرر ہوگا۔
- ☆ معاشرہ کی اصلاح ہوگی۔
- ☆ شرعی عدالتیں قائم ہوں گی۔
- ☆ ملت سے غربت و افلاس دور ہوگا۔
- ☆ ملت کی حفاظت ہوگی۔
- ☆ ملت اللہ کی نصرت کے لائق بنے گی۔
- ☆ ملت خلافت کی سمت آگے بڑھے گی۔

اللہ تعالیٰ میرے فہم کی کوتاہیوں کو درگزر کر دے اور خلوص و لہبیت سے کی جانے والی اس کوشش کو شرف قبولیت بخشے۔ آمین۔

122

123

12^

122

۲۰۸

۲۰۷

